ماہنامہ

ولی اللہ

ارمغان

جلد ۲۷ شمارہ ۱ جنوری ۲۰۱۹ء مطابق جمادی الاول ۱۴۴۰ھ

ضروری اعلان

ہمارے قارئین اس حقیقت سے باخبر ہوں گے کہ گذشتہ چھ سات سالوں میں کاغذ کی قیمتیں بہت تیزی کے ساتھ بڑھی ہیں، طباعت اور دیگر اخراجات میں بھی بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے،اس دوران بھی رسالہ کے دعوتی مقاصد کے پیش نظر ہم اس کوکم سے کم قیمت پر پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، جب کہ اکثر رسائل وجرائد نے بہت پہلے ہی قیمتوں میں اضافہ کا اعلان کر دیا تھا،اس لئے روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظراس ماہ جنوری سے ارمغان کی سالانہ قیمت میں اضافہ کیا جارہاہے،

اب اس کی قیمت سالانہ =/300روپے ہوگی۔

امید ہے کہ دین ودعوت کے اس ترجمان کے ساتھ آپ کی دل چسپی کی وجہ سے پہلے سے زیادہ آپ اس جانب توجہ دیں گے، اور ہمیں آئندہ بھی آپ کا تعاون حاصل رہے گا۔ (مدیر)

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے

❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000روپے (برائے ۲۰سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) ہم کہ تجدید عہد وفا کر چلے	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	سورہ فاتحہ، دعا و انابت اور تربیت نفس کا نسخہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	دعوت دین کی ضرورت	مولانا نثار احمد حصیر قاسمی	۱۰
☆	مغرب کی فکری یلغار کی بنیاد اور علاج	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۳
☆	ایک نئے کذاب کا فتنہ	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۱۶
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	قاری حنیف ڈار	۱۹
☆	موجودہ حالات میں امکانات کی روشنی بھی ہے	مولانا یحییٰ نعمانی ندوی	۲۵
☆	مولانا مناظر احسن گیلانی کے تعلیمی افکار	مولانا ابرار احمد اجراوی قاسمی	۲۸
☆	مساجد کی حفاظت ہماری مشترکہ ذمہ داری	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۳۱
☆	مولانا یعقوب مملہ، کچھ یادیں کچھ باتیں	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۳
☆	حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی کا وصال	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۶
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

○ اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جنوری** سے ختم ہو رہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ہم کہ تجدید عہد وفا کر چلے

اسلام ایک ابر کرم ہے، جو مدتوں سے ساری دنیا پر برستا چلا آرہا ہے، اور دنیا بھر کی اقوام اپنی بساط بھر اس سے سیراب ہورہی ہیں، خیر القرون کے زمانہ میں اس کی تیز رفتار ترقی نے ساری دنیا کو حیران کردیا تھا، اور آج تک اقوام وملل کے ماہرین، اور مؤرخین اس بات پر انگشت بدنداں ہیں کہ اس کی اس تیز رفتار ترقی کا راز کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خدائی منصوبہ اور رسول اکرم ﷺ کی ہمہ جہتی قربانیوں کے بعد جو چیز اس مذہب کو رفتار عطا کرتی ہے، وہ اس کی خصوصیات وامتیازات، اور اس کی مبنی برحق تعلیمات ہیں، توحید کے پیغام کے ذریعہ سے، ہزاروں معبودان باطل کی بندگی سے نجات، انسانوں کے درمیان باہمی مساوات، اور ''نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز'' کی اس کی پالیسی، زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرنے کی اس کی صلاحیت، عقیدہ آخرت کے ذریعہ جواب دہی کا احساس، عقل اور علم کے آج کے دور میں، یہ اور اس جیسی اسلام کی روشن تعلیمات نے انسانیت کے ایک بڑے طبقہ کو ہر دور میں اس کا متبع، اور اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر بنایا ہے، اور ظاہر ہے کہ اسلام کا مدار نجات ہونا، اور آخرت کی ہمیشہ کی کامیابی کا اس پر انحصار ہونا ایسی حقیقت ہے جس سے ہر ادنیٰ مسلمان اور صاحب ایمان واقف ہے۔

اس لحاظ سے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام، ملت اسلامیہ، اور امت مسلمہ کا مقصد وجود، اور اس کی دعوت ایک دینی فریضہ ہے، یہ امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے، اور عقل وعلم کے موجودہ حالات میں اس کی ضرورت اور معنویت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے امتیوں کے مشن کو بیان کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. (یوسف:108)

(اے نبی) آپ کہہ دیجیے یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں اور میرے ساتھی بھی۔ اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

یہی امت کا اصل مشن ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امت مسلمہ میں ہر دور میں کم از کم ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو عام لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران: 104) تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہونے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام

کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے اندر ضرور بالضرور ایسی جماعت ہونی ہی چاہیے جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی دعوت دے، معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں نبی ﷺ کو صریح الفاظ میں دعوتِ دین کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے النحل:125، آل عمران:64، المائدہ:67، الحج:67، اور القصص:87 میں یہ حکم موجود ہے۔ ان آیات کے مخاطبِ اصلی تو خود نبی ﷺ ہیں لیکن یہ احکام سارے ہی مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ نبی ﷺ کے واسطے سے یہ پیغام پوری امت کو دیا جا رہا ہے۔ فرداً فرداً سارے ہی مسلمان ان احکام قرآن کے مخاطب ہیں اور ان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اللہ کی طرف بلانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اس دعوت کو لے کر پوری دنیا پر چھا جائیں۔

دعوت دین یعنی غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا شہادتِ حق بھی ہے، اللہ کا واضح فرمان موجود ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ (البقرۃ:143)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ''امت وسط'' بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

''لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت دنیا کے لوگوں پر حق کی گواہ ہو۔ یعنی جس طرح رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے پوری زندگی حق کی گواہی دی اور اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اب امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ دنیا کے لیے حق کی زندہ شہادت ہو اور اس دین حق کا عملی ثبوت فراہم کرے۔ امت مسلمہ کو دیکھ کر، اور ان کے کردار و عمل سے دنیا کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور انسانیت کے لیے حقیقی راہِ نجات کیا ہے؟ اس گواہی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس طرح نبی مکرم ﷺ نے تبلیغ دین کا حق ادا کیا، پوری زندگی اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچاتے رہے، اسی طرح امت کی طرف سے بھی اس کا حق ادا کیا جائے اور پوری زندگی اس مشن کو زندہ اور قائم رکھا جائے۔

دعوت دین کے اس مبارک مقصد کو سامنے رکھ کر پھلت کی اس تاریخی بستی سے ۱۹۹۲ء کے اواخر میں ماہنامہ ارمغان کے ذریعہ اس مشن کو زندہ کرنے اور اس کے خاکہ میں رنگ بھرنے کی کوشش شروع کی گئی تھی، اپنے محدود وسائل کے باوجود ارمغان نے اس سلسلہ میں مضامین نو اور مقالات پر بہار کا ایک انبار لگا دیا، اور ملت اسلامیہ کی ذہن سازی کے سلسلہ میں اپنی بساط بھر کامیابی حاصل کی، حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی رسالہ کی کامیابی اور اس کی بروقت مسلسل اشاعت میں اس کے مخلص قارئین اور ہمدردوں کا بنیادی رول ہوتا ہے، ارمغان کو بھی اس منزل تک پہنچانے میں، رب کریم کی توفیق و عنایت کے ساتھ ہمارے باتوفیق قارئین اور مخلصین کی توجہات کا بنیادی حصہ ہے۔

جنوری ۲۰۱۹ء کے اس شمارہ سے آپ کا یہ ماہنامہ اپنی اشاعت کے ستائیسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے، ارمغان کی اشاعت کی مناسبت سے ہر نئے سال کے آغاز پر ہم ایک نئے عزم اور نئے حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھنے اور اپنے ارادوں اور منصوبوں کو پورا کرنے کی جدوجہد شروع کرتے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ ارمغان کے باتوفیق قارئین سابق کی طرح آئندہ بھی ہمارا ساتھ دیتے رہیں گے، اور دین وادب اور تبلیغ دین کا یہ کارواں پہلے سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتا رہے گا۔

وما توفیقی الا باللہ، علیہ توکلت والیہ انیب۔

وصی سلیمان ندوی

ساتویں قسط]

سورۂ فاتحہ

دعا وانابت شکر اور تربیت نفس کا بے مثال نسخہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

اور یہ نماز جو ہے یہ بھی تو نبی ؐ کی شفقت اور ماتا کی ہی دین ہے، آپ ﷺ معراج میں لے جائے گئے، اور اللہ تعالی نے **سُبۡحَانَ الَّذِیۡ أَسۡرَی بِعَبۡدِہِ** پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی (سورہ بنی اسرائیل:۱) کہہ کر اس اعزاز کا اعلان فرمایا، معراج، انسانیت کا سب بڑا اعزاز ہے، **فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ أَوۡ أَدۡنیَ، فَأَوۡحَی إِلَی عَبۡدِہِ مَا أَوۡحَی**. تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم، پھر اپنے بندہ پر وہی نازل کی جو کچھ کہ نازل کی (سورہ نجم:۹۔۱۰) پھر سدرۃ المنتھیٰ پر جا کر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ جائیے آگے، اپنی حدود سے میں ذرا بھی آگے بڑھ جاؤں گا تو میرے پر جل جائیں گے، آپ آگے تشریف لے جائیے، آپ ؐ پہنچے، بڑے اعزاز کے ساتھ اللہ نے عرش پر بلایا، ملاقات ہوئی، اور اس کا پورا مکالمہ ہے، یہ جو التحیات ہم لوگ پڑھتے ہیں، یہ التحیات اس موقع کا مکالمہ ہے، **التحیات للہ والصلوات والطیبات**، یہ کہا کہ اے اللہ جو کچھ میری عبادت ہے جو کچھ میری قربانیاں ہیں جانی اور مالی سب آپ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی طرف سے سلام آیا، **السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** اے نبی آپ پر سلام اور آپ ؐ پر رحمتیں اور آپ پر برکتیں، وہ وقت ایسا تھا کہ **فَأَوۡحَی إِلَی عَبۡدِہِ مَا أَوۡحَی** (جو راز و نیاز کی باتیں ہوئیں) **فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ أَوۡ أَدۡنیَ** (کمان اور اُس سے بھی کم فاصلہ ہو گیا) پھر اتنا فاصلہ کم ہو گیا کہ پردے ختم ہو گئے، تو اُس وقت کے بارے میں فرمایا: **فَأَوۡحَی إِلَی عَبۡدِہِ مَا أَوۡحَی**، محبّ اور محبوب میں جو راز و نیاز کی، پیار و محبت کی باتیں ہو رہی تھیں بس ہو رہی تھیں تمہیں کیا بتا دیں، اس طرح کہہ رہے ہیں اللہ میاں اُس وقت، تو اُس وقت یہی محبت کی باتیں ہو رہی تھیں، یہی راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں، ایسے میں اللہ نے سلام کیا، آپ ﷺ نے کہا کہ اے اللہ مجھے تو سلام ہو گیا، مگر وہ جو میرے اُمتی ہیں اُن کا کیا ہوگا، کسی سے محبت ہو جائے تو اُس سے ملاقات کے وقت اپنے اہل تعلق یاد آتے ہیں یا نہیں، یہ نبی کی شفقت اور رحمت ہے، اُنہیں ہم سے تعلق ہے، اللہ سے ملاقات ہو رہی ہے، وہاں ایسی راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں، **السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین**. اے اللہ مجھ پر ہی سلام نہیں، بلکہ اُن پر بھی سلام ہو جو نیک لوگوں میں ہیں جو آپ کو تلاش کریں گے، جو تڑپیں گے آپ سے ملاقات کے لئے، اللہ تعالی نے فرمایا: اچھا اے نبی تم ہماری ملاقات میں ہو، ہم نے تمہیں اعزاز کے ساتھ بلایا ہے، اپنا مہمان بنا کر بلایا ہے، اب تمہیں خالی ہاتھ تھوڑے ہی بھیجیں گے، جب تم اپنی اُمت کے لئے ایسے فکر مند ہو اور ایسی محبت کرتے ہو اور یہ چاہتے ہو، تو جاؤ ہم نے اُنہیں ایک تحفہ دیا '**الصلوٰۃ معراج المؤمنین**' (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملاقات کا ایک آفر فراہم کر دیا ہے، اور تمہارے لئے یہ ایک خاص ملاقات ہے، اس کے بعد تمہارے اور اُن کے لئے پچاس ۵۰/ملاقاتیں ہیں، تمہیں ان سے محبت ہے تو ہم تمہارا دل نہیں توڑیں گے، ہم آپ کا دل توڑنے والے نہیں ہیں، آپ ؐ پچاس ۵۰/مرتبہ روزانہ ملو، وہ تو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی

قوم کی طرف سے ستائے ہوئے تھے، اس لئے انھوں نے بار بار کہا میں بہت ستایا ہوا ہوں، آپ کو اندازہ نہیں ہے، مجھے معلوم ہے یہ لوگ کیسے ستاتے ہیں، اس لئے جاؤ کچھ کم کرواؤ، پھر کم کرواؤ، پھر کم کرواؤ، پھر پانچ پر بات آئی، تو پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی، آج کی رات احکم الحاکمین کے دربار میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں، اللہ کے حضور راز و نیاز کی باتیں ہورہی ہیں، یہ سب اُس ملاقات ہی کا صدقہ ہے، اندازہ کیجئے کیسے شفیق ہیں وہ نبیؐ، مجسم رحمٰن ورحیم صفت کے مظہر، اورانہیں ہماری کیسی فکر ہے۔

والہانہ عشق

سیرت کی کتابوں میں ایک واقعہ سننے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، کہ صحابہ کرامؓ کو کیسی محبت تھی، کیسا والہانہ عشق تھا، ذرا سی دیر نہیں ملتے تھے، تو بے چین ہو جاتے تھے، کس طرح آپ کی زیارت سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے تھے، ایک صحابیؓ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، اور وہاں آپ کی محبت کو دیکھ رہے ہیں، اچانک گھر کا کوئی کام یاد آ گیا، گھر چلے گئے، گھر میں تھے، تو اچانک پھر یاد آئی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی، کام پورا کرکے پھر واپس آ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں، آپ ﷺ کی خدمت میں آئے، آپ کو محبت سے دیکھا اور دیکھتے ہی رہے اور پھر زاروقطار رونے لگے۔ آپؐ نے پوچھا میرے بھائی تم کیوں رو رہے ہو؟ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا، تو آپؐ کو دیکھ رہا تھا میرا کلیجہ ٹھنڈا تھا، گھر کا کچھ کام یاد آ گیا، اس کے لئے اہلیہ انتظار کررہی ہوں گی، یہ سوچ کر میں گھر چلا گیا، کام کرلیا تو پھر آپ ﷺ کی یاد آ گئی، میں پھر آ کے بیٹھ گیا، اور آپؐ کو محبت سے دیکھ لیا، آپ کی زیارت کرلی، کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا، آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں، اچانک مجھے خیال آیا کہ یہاں تو مرکر جانا ہے اور اگر اللہ نے بخش دیا تو جنت میں جاؤں گا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے، وہ بھی جنت میں جائیں گے، لیکن جنت کا جو اعلیٰ درجہ آپ کو میسر ہوگا وہ ہمیں تو میسر نہیں ہوگا، اب جب یہاں پر ذرا سی دیر میں ہم بے چین ہو جاتے ہیں آپؐ کو دیکھے بغیر، تو وہاں ہم آپ کو نہیں دیکھ سکیں گے، تو پھر ایسی جنت ہمارے لئے کیا جنت ہوگی۔ یہ کہہ کر پھر زاروقطار رونے لگے، جبرئیل امین آئے اور پیغام سنایا کہ آپؐ کے دوست کو اللہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں: **المرء مع من احب** (آدمی جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا)۔ خوش خبری دیدیجئے کہ آدمی کا اُسی کے ساتھ حشر کیا جائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد ہمیں کسی خوش خبری کی اتنی خوشی نہیں ہوئی۔ ایمان کے علاوہ کسی چیز کی اتنی خوشی نہیں ہوئی کیونکہ سو فیصد اطمینان کہ اللہ کے نبیؐ کی محبت ہے۔ اس لئے ملاقات تو ہوگی ہی۔ ایسے دیوانے تھے صحابہؓ۔ کہ ذرا سی دیر دیکھیں گے نہیں تو بے چین ہو جائیں گے، اور وہ جنت اُنہیں اچھی نہیں لگے گی، جس میں وہ اپنے نبیؐ کو نہ دیکھ سکیں۔

ابراھیم علیہ السلام کی دو امتیازی چیزیں

محدثین نے نقل کیا ہے کہ آپؐ ساری رات کھڑے رہے اور آواز لگاتے رہے، اللہ کے سامنے گڑگڑاتے رہے:

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ مائدہ: ۱۱۸) اے اللہ اگر آپؐ ان کو عذاب دیں یہ تو آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں، زبردست ہیں حکمت والے ہیں، بس یہی دعا مانگتے رہے، آپ ﷺ ہمارے اور آپ کے لئے مسلسل یہی دعا مانگتے رہے۔ کیسی شفقت ورحمت ہے، سورہ فاتحہ میں ہم سے الرحمٰن الرحیم کی بار بار صدا لگوا کر اپنے نبی جیسی شفقت ورحمت ہمارے اندر پیدا کرنا مطلوب ہے، یہی مقصد ہے میرے بزرگو! یہ اسلام جو دین فطرت ہے، دین حنیف بھی ہے یہ، **ملة ابيكم ابراهيم** (تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتیاز واختصاص بھی یہی

شفقت ورحمت ہے، کبھی آپ نے غور کیا کہ اتنے سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں پیدا ہوئے، اُن کی الگ الگ شان تھی، ہمیں کسی اور نبی کی ملت پر پیدا نہیں کیا، بلکہ ملت ابراہیمی میں پیدا کیا، اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص اختصاص اورامتیاز دو چیزیں ہیں، آپ جب سیرت ابراہیمی کو پڑھیں گے تو یہی دو چیزیں پائیں گے: ایک اللہ سے عشق ومحبت میں آخری درجہ میں، ہر میدان میں، ہر طرح کی قربانی سے آزمایا گیا، اور آپ ہر ایک میں کھرے اُترے، مال کی قربانی میں، جان کی قربانی میں، اولاد کی قربانی میں، جو بھی محبتیں ہوسکتی ہیں انسان کی، اُس کے مقابلہ اللہ کی محبت میں وہ بالکل ایسے کھرے اترے کہ ذرہ برابر کہیں متزلزل نہیں ہوئے، کہنے کو تو بہت آسان ہے، مگر غور کیجئے کہ اتنے دنوں میں، بڑھاپے میں جاکر اولاد کی نعمت ملی اور حکم دیدیا گیا کہ ہمارے لئے قربان کردو، وہ فوراً تیار ہوگئے اور کیسے جذبہ کے ساتھ قربان کردیا، کس ذوق وشوق سے بیٹے حضرت اسماعیل کی قربانی دی، اسی طرح جان کی، مال کی، وطن کی قربانی دینی پڑی، حکم ہوا کہ اُن کو وادِ غیر ذی زرعٍ مکہ معظمہ چھوڑ آیئے، اپنے بیٹے اور بیوی کو، وہ تیار ہوگئے، اور ہر قربانی میں کھرے ثابت ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری صفت ہے مخلوق خدا پر آخری درجہ میں شفقت ورحمت۔ قرآن میں فرمایا: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (سورہ توبہ:۱۱۴) بیشک ابراہیم بڑے دردمند اور حلیم تھے۔

واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار و مشرکین کے لئے توبہ استغفار کرنے کی اجازت چاہی تو اجازت نہیں ملی، انھوں نے کہا کہ ابراہیم نے بھی تو دعا کی تھی تو جواب دیا گیا کہ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ (سورہ توبہ:۱۱۴) ابراہیم کا استغفار تو ایک وعدہ تھا جو انھوں نے اپنے باپ سے کرلیا تھا اور اُس کا ایفا کرنا تھا اور جب فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ (سورہ توبہ:۱۱۴) جب اُنہیں معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ کے دشمن ہیں تو انھوں نے اُسے چھوڑ دیا، إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (توبہ:۱۱۴) وہ انتہائی بردبار اور مخلوق کی شفقت میں بے اختیار، بے تاب اور مضطر تھے، شفقت اور رحمت میں، اُن کا پیمانہ شفقت چھلکا رہتا تھا، اوّاب کے معنی ہیں بے برداشت ہوجائے محبت، اس کے اختیار میں نہ ہو اللہ تعالی نے ہمیں اُن کی ملت میں بنایا، اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اختصاص اور امتیاز یہی شفقت اور رحمت تھی، جب تک یہ شفقت اور رحمت پیدا نہیں ہوگی، آدمی دعوت کا حق ادا نہیں کرسکتا، یہ بات سمجھ لیجئے، جب تک رحمٰن ورحیم صفت کا پرتو سو فیصد داعی کے قلب پر، دل ودماغ پر، اُس کی سوچ پر نہیں آئے گا، اور اندر سے سختی اور مزاج کی سختی، اور جلال کے بجائے جمال اور شفقت ورحمت، اور رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر کوئی آدمی نہیں بنے گا وہ دعوت کا حق ادا نہیں کرسکتا، اور دعوت کا حق ادا نہیں کرسکے گا، تو ظاہر ہے کہ داعی بن نہیں سکتا۔

ہمارا فرض منصبی یہ ہے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکالی گئی ہے۔ یعنی لوگوں کی خیر خواہی اور بھلائی، اُن کے درد میں گھلنا، اُن کے غم میں گھلنا، اُن کے لئے بے تابی، جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تابی تھی، یہ بے تابی پیدا ہوگی تو آدمی داعی بنے گا۔ اس لئے نمازوں کا یہ انتظام کیا گیا ہے، پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے، اور ہر رکعت میں بار بار صدا لگوائی جاتی ہے: الرحمٰن الرحیم الرحمٰن الرحیم، تاکہ یہ ایمان والا رحمٰن ورحیم صفت سے متصف ہوجائے، اور اُس کے اندر شفقت ورحمت، عمومیت کے ساتھ، اپنوں کے ساتھ، غیروں کے ساتھ، دشمنوں کے ساتھ، برائی کرنے والوں کے ساتھ، بھلائی کرنے والوں کے ساتھ، سب کے ساتھ پیدا ہوجائے، ہمارے نبی ﷺ کا یہی حال تھا، چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کے پاس ستر ستر (۷۰) مرتبہ تشریف لے جاتے تھے۔

اس مریض کا علاج میرے پاس ہی ہے

بار ہا واقعہ سنا ہے کہ ایک قریشی کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستر بار تشریف لے گئے، مکہ کے قریشی کتنے سخت مزاج ہوتے تھے، مکہ لوگوں سے چونکہ اللہ کو بہادری کا کام لینا تھا اس لئے اللہ نے اُن کو بہت سخت مزاج بنایا تھا، ابھی بھی آپ مکہ معظّمہ کے کسی ڈرائیور کے ساتھ ٹیکسی میں بیٹھ جایئے تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ یہ مکہ معظّمہ کا ہے، وہ اتنا جری اور سخت ہوتا ہے کہ اُس کے یہاں لچک کا نام نہیں ہوتا، اب تک بالکل یہی حال ہے، آپ مدینہ منورہ میں ایئر لائنز کے آفس میں جایئے اور مکہ معظّمہ کے ایئر لائنز چلے جایئے، تو آپ کو ایک خاص امتیاز اور فرق محسوس ہوجائے گا، وہاں ذرا کوئی بے ضابطگی کریں گے تو فوراً باہر کھڑا کردیں گے اور اگر آپ ٹکٹ کو بدلوانا وغیرہ ہے تو فورا منع کردیں گے، اور مدینہ منورہ میں بہت ہی شفت اور رحمت الگ دکھائی دیتی ہے، مکہ والوں کا اتنی تربیت کے بعد یہ حال ہے، ان کی اسلام نے اتنی تربیت کی ہے، تو پہلے کیا حال ہوتا ہوگا۔ کس طرح دھتکارا ہوگا، ایک دفعہ آپ ﷺ تشریف لے گئے تو دھتکار دیا، پھر دوسری دفعہ گئے تو دوسری مرتبہ دھتکار دیا، پھر تیسری دفعہ تشریف لے گئے پھر دھتکار دیا، آپ ﷺ سمجھ رہے تھے کہ اس مریض کا علاج میرے پاس ہی ہے، میں جو رحم دلانہ معاملہ اس کے ساتھ کررہا ہوں، میرے پاس ہی اس کا علاج ہے اور اس کے علاوہ کہیں کچھ نہیں ہے، میری بات مانے بغیر اس کی ہلاکت ہے، وہ مدعو اس کو سمجھ نہیں رہا ہے، اس لئے آپ ؐ بار بار تشریف لے جارہے ہیں اور وہ بار بار دھتکار رہا ہے، سترویں مرتبہ جب آپ ؐ تشریف لے گئے تو وہ صاحب دور تک دھکے دیتے ہوئے آئے، جلال سے منہ سرخ کرلیا اور گردن میں ہاتھ ڈال کر دھکا دیا کہ روز وروز کی تمھاری چیخ سے میں عاجز آگیا ہوں، اب اگر کل صبح تم میرے دروازہ پر آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا، یہ الفاظ تو میں کہہ رہا ہوں، ورنہ نہ جانے کتنی گالیاں دی ہوں گی، کیسے تحقیر کے انداز سے دھتکارا ہوگا۔ لیکن سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ ؐ کی رحمت وشفقت پر، کہ آپ ﷺ صبح کو تشریف نہیں لے گئے، لیکن شام کو پھر تشریف لے گئے، اب شام کو جب پہنچے تو وہ غصہ میں آگیا، گردن پر ہاتھ رکھا اور دور تک دھکا دیا، بولا میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے دروازہ پر تم کل صبح نہیں آنا، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بھائی تو نے صبح آنے کو منع کیا تھا، شام کو منع نہیں کیا تھا، اب تو شام ہورہی ہے، اس نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: **قل لاالہ الا اللہ** فرمایا: **لاالـہ الااللہ** پڑھ لو فلاح پا جاؤ گے، اس نے کہا **اٰمـنـت بـالله اشهـد ان لاالـه الا الله واشهـد ان مـحـمدًا عبدهٗ ورسولـهٗ**، یہ ستر مرتبہ دھتکارنے والا، اکہترویں بار کلمہ شہادت پڑھ کر کس مقام پر پہنچا، صحابی رسول ؐ بنا اور رضی اللہ عنہم ورضواعنہ کا مستحق ہوا، اور پھر وہ کس درجہ کے صحابیٔ رسول بنے، غزوہ احد میں سید الشہداء سیدنا حمزہؓ کے ساتھ جو ستر جانباز صحابہ شہید ہوئے، اُن میں ایک خوش قسمت قریشی مکی صحابی یہ بھی ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر بار دھتکار کر اکہترویں بار میں مشرف بااسلام ہوئے تھے، یہ اُس شفقت اور رحمت کا نتیجہ تھا جو آپ ﷺ کی ذات گرامی میں ودیعت کی گئی تھی، یہ الرحمٰن الرحیم کے پڑھنے کو سمجھنے کا نتیجہ تھا، اپنے اندر رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر بننے کا نتیجہ تھا، اس لئے ہم سے لگوائی جارہی ہے یہ آواز: الرحمٰن الرحیم، الرحمٰن الرحیم، الرحمٰن الرحیم، بار بار کہلوایا جاتا ہے، تاکہ یہ صفت رحمت ہمارے اندر پیدا ہوجائے، ہم اس کا پرتو بن جائیں، اور ہم لوگ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں رحمت للعالمینی صفت سے متصف ہوجائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی ہر آیت شریفہ، ہمارے لئے ہماری ضروریات کی تکمیل کرنے والی ہے، اور ایسی درخواست ہے جو کامل اور بہت ہی جامع اور مرتب درخواست ہے جو ہماری تمام ضروریات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، وہیں اس کے واسطے سے ہماری مکمل تربیت کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو

سورہ فاتحہ پڑھتے وقت اور اللہ کے سامنے اس درخواست کو پیش کرتے وقت، اس مقصد کو اپنے ذہن میں رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے، ہمیں اپنی رحمٰن ورحیم صفت کا مظہر بنائے اور اپنے نبی ﷺ کے انداز کی شفقت ورحمت ہمارے اندر پیدا فرمائے۔ آمین

ہماری قسمت کو جگایا

یہ عرض کیا گیا تھا کہ اللہ نے ہماری قسمت کو جگایا اور ہمیں موقع دیا اور شرف بخشا کہ اُس نے ہمیں اپنے دربار میں حاضری نصیب فرمائی اور اس خاص جشن شاہی (رمضان) کے موقع پر جب عطا کا جشن ہے اس میں اللہ نے اپنے دربار میں چیف گیسٹ کی حیثیت سے ہمیں بلایا، اور صرف بلایا ہی نہیں بلکہ اپنے دربار عالی میں ہمیں موقع بھی دیا کہ ہم اللہ کے آمنے سامنے خصوصی ملاقات کی کیفیت پاسکیں، الصلوٰۃ معراج المؤمنین (نماز مومنوں کی معراج ہے) اور صرف یہی موقع نہیں دیا بلکہ اُس میں اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرنے اور جو چیزیں ہم مانگیں گے اُن کے منظور کرنے کا وعدہ بھی کیا، اور اس سلسلہ میں وہ درخواست بھی ہمیں سکھائی جس کو سورہ فاتحہ کہا جاتا ہے، اور وہ درخواست ایسی ہے کہ منظور کی ہوئی ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ پوری درخواست پیش کروگے پھر وہاں سے جواب آئے گا، بلکہ اس کے ایک ایک جملہ پر اللہ تعالیٰ وہاں سے جواب عطا فرماتے ہیں۔ سچی خبر دینے والے صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس درخواست میں اللہ تعالیٰ ہمیں جواب عطا کرتا ہے اور اُس درخواست میں انسان کی، اور ہماری جہاں بہت سی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا گیا ہے، وہیں ہماری مکمل تربیت کا انتظام بھی رکھا گیا ہے۔

ایسا پیارا دین

اور یہ دین ایسا پیارا دین ہے میرے بزرگو! اللہ کا احسان ہے کہ اللہ نے بلا استحقاق، بلا اہلیت اور بلا طلب ہمیں عطا کیا، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُس نے ہمیں بلا طلب دیا ہے، ہم میں سے کسی نے درخواست نہیں دی تھی اللہ کے یہاں کہ اے اللہ ہمیں مسلمان بنا کر پیدا کیجئے، کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے کوئی اپیلی کیشن اللہ کے حضور دی ہو، یا اس کے والد نے درخواست دی ہو، اللہ نے محض اپنے فضل سے مسلمان بنایا، یہ اتنا پیارا دین ہے کہ اللہ نے اس دین کو مکمل کیا آخری حج کے موقع پر، تو نازیں یہ بات ارشاد فرمائی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ:۳) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کامل کردی، اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا تو اپنی نعمتوں کا بھی اتمام کردیا، آخری درجہ کی نعمت میں نے اپنے بندوں پر نازل کردی، وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اسلام کو تمہارا دین بنا کر میں خود راضی اور خوش ہوگیا، کہ میں نے بندوں پر کتنا بڑا احسان کیا۔

باقی آئندہ

اتراکھنڈ کی ایک معیاری درس گاہ
حفظ وتجوید کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ، آٹھویں کلاس تک عصری علوم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نصاب کے مطابق درجہ سوم عربی تک تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔
دارالعلوم صدیقیہ
چکروتہ روڈ، جیون گڑھ، پوسٹ امباڑی
ضلع دہرہ دون (اتراکھنڈ)
قاری محمد ساجد [ناظم]
Mob: 9897731071
قاری محمد شرافت نائب ناظم

دعوت دین کی ضرورت

اور اس کا بہتر طریقہ کار

مولانا نثار احمد حصیر قاسمی (حیدرآباد)

دعوت دین انبیاء ورسل تک محدود نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری ہر زمان ومکان کے مسلمانوں اور علماء پر ہے، اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''میری بات دوسروں تک پہنچاؤ اگر چہ ایک ہی آیت اور ایک ہی بات ہو۔''

دوسری جگہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ ﷺ نے تفصیل سے بین الاقوامی نظام امن وسیاست کے اصول کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: الا فلیبلغ الشاھد الغائب، فرب مبلغ اوعی من سامع. ''جو لوگ موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچادیں جو اس وقت موجود نہیں، ہوسکتا ہے کہ جس تک یہ بات پہنچے خود سننے والے سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والا ہو۔''

ہر کوئی جانتا ہے کہ دعوت دین کے ذرائع ووسائل بے شمار ہیں مساجد وعبادت گاہیں دعوت کے اہم مراکز ہیں، غیر مسلموں میں یا مغربی ملکوں میں دعوت کا طریقہ مسلم ملکوں کے طریقہ سے مختلف ہے، حالات ومقامات اور افراد کے اعتبار سے اس کی صورتیں جداگانہ اختیار کی جاتی ہیں مگر ہر ایک کا مقصد اسلام کا پیغام اس انداز واسلوب میں دوسروں تک پہنچانا ہے جو دلوں پر اثر کرسکے، اس میں نرمی پیدا کرسکے، نفرتوں کو محبتوں میں تبدیل کرسکے، ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے لوگ متنفر ہوں، اسلام سے بدکیں اور اسے فرسودہ سمجھنے پر مجبور ہوں، ہر زمانہ میں مسلمانوں نے اس فریضہ کو انجام دیا ہے اسی لئے ہر زمانہ میں مذہب اسلام پھلتا اور پھولتا رہا، اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے، اس میں کبھی کمی نہیں آئی

ہمیں اس کا بھی بخوبی علم ہے کہ اسلام اور دین وایمان کے پھیلاؤ میں ذرائع ابلاغ کا بڑا اہم رول رہا ہے۔ان ذرائع ابلاغ کی صورتیں ایک نہیں بلکہ اس کی صورتیں بے شمار ہیں، جدید ٹکنالوجی کی دریافت اور اس کے معرض وجود میں آجانے کے بعد دعوت کا عمل پہلے کے برعکس تبدیل ہوگیا ہے، آج انسان کے بس میں ہے کہ وہ ایک مضمون، ایک چھوٹی سی تحریر اور اپنی بات تحریر کرکے اسے ساری دنیا میں پھیلادے کہ منٹوں میں دنیا کے گوشہ گوشہ کے لوگ اسے پڑھ لیں اور اس سے واقف ہوجائیں، آج ہم ہندوستان میں بیٹھ کر ایک بات تحریر کرتے ہیں اور لمحوں میں اسے مشرق ومغرب میں پڑھ لیا جاتا ہے اور لوگ اس پر اپنے تبصرے اور اپنی آراء بھیجنے لگتے ہیں، اس لئے آج ان وسائل کی آمد کے بعد ہماری ذمہ داری بھی بڑھ گئی ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان ذرائع کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے دین اسلام کا پیغام اور اس کی دعوت اقوام عالم تک پہنچائیں اور اس کے خلاف اعدائے اسلام جو سرگرم ہیں ان کا حکیمانہ جواب دیں، ان کی سازشوں کو ناکام بنائیں اور اپنے دین ومذہب کا پوری بصیرت کے ساتھ دفاع کریں، ہم ایسے مسموم ذہنوں کی پیداوار کا جواب دیں جس کے ذریعہ وہ ہمارے دین ومذہب کی صورت بگاڑنے کی کوشش کررہے ہیں اور اس کے لئے جھوٹ ودروغ گوئی، جعلسازی وگمراہ کن پروپیگنڈوں کا سہارا لے رہے اور بے بنیاد مناظر تیار کرکے پیش کررہے ہیں تاکہ دنیا کے عام باشندوں کے ذہن میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں منفی جذبات پیدا ہوں اور وہ اسلام سے قریب آنے کے بجائے اس سے دور ومتنفر ہوں، اس وقت سارے مسلمانوں خاص طور پر داعیانِ دین یا جو ذرائع ابلاغ سے وابستہ ہیں، کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی توجہ اس کے ذریعہ دعوت پر مرکوز کریں اور اسلام کے دفاع میں اپنی ذمہ داری نبھائیں اور مسلمانوں کو اپنا سلوک اور اپنی زندگی سچے مسلمانوں والی بنانے کی تلقین وتفہیم کریں۔

ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ جدید ذرائع ابلاغ اُن اہم ترین وسائل میں سے ہیں جو مذہب اسلام کی دعوت کو پھیلانے اور پوری دنیا میں اسلام و مسلمانوں کے بارے میں پھیلائی جارہی غلط تصویر کو بہتر بنانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں اہم رول ادا کرسکتے ہیں، آج ہندوستان کی غیر مسلم آبادیوں میں، اسی طرح مغرب کی یہودی و مسیحی آبادی میں طرح طرح کی باتیں اسلام کے بارے میں پھیلائی جارہی ہیں اور پوری قوت سے کوشش کی جارہی ہے کہ دنیا کے باشندے اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوچیں بھی نہیں، اسلام کے بارے میں عام پروپیگنڈا کیا جاتا اور ذہنوں میں ایک سوچ بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو آزادی نہیں دیتا بلکہ انہیں قید و بند میں جکڑ دیتا اور ان کی زندگی تنگ کردیتا ہے جبکہ یہ بالکل خلافِ واقعہ ہے۔

اسلام ہر چیز میں آسانیاں پیدا کرتا ہے سختی نہیں، اسلام میں رکھ رکھاؤ میل ملاپ اور بڑی آزادی ہے، اس جیسی آزادی کسی اور معتبر مذہب میں نہیں، مگر وہ لوگوں کو قانون پر عمل کرانا چاہتا اور اسے قانون سے بالاتر نہیں گردانتا، اسے قانون کا پابند بنا کر مکمل آزادی دیتا ہے، ہمیں بخوبی احساس ہے کہ دنیا میں دعوت دین کے فرائض کی انجام دہی میں ہم سے کوتاہیاں ہوئیں اور ہورہی ہیں، ہم نے اس فریضہ کو اس طرح انجام نہیں دیا جس طرح ہمیں دینا چاہئے تھا۔ ہم اب بھی خواب غفلت میں پڑے اور کاہلی کا شکار ہیں جب کہ مغربی ذرائع ابلاغ اور خود ہمارے ملک میں آر ایس ایس کے زیر اثر تمام ذرائع ابلاغ اس میں سرگرم ہیں، وہ رات دن اسلام کو بدنام کرنے میں لگے ہیں، ان کی دعوت کا اسلوب منفی ہے، وہ اپنی مذہبی بات تو کم ہی پیش کرتے ہیں کہ ان کے پاس پیش کرنے کی کوئی خاص چیز نہیں، مگر وہ اپنی بات منوانے اور اپنی دعوت عام کرنے کے لئے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہم ہندوستان میں بھی اور مغربی ملکوں میں بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس شر کے اندر بھی خیر کا پہلو نکل رہا ہے، ان کی اس مہم کے نتیجہ میں لوگ اسلام کے مطالعہ کی طرف راغب ہورہے ہیں، اس کا مطالعہ کررہے ہیں اور جب اس کی صداقت نظر آتی ہے تو بہت سے حلقہ بگوش اسلام بھی ہوجاتے ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم دعوت میں کوتاہی کو جاری رکھیں بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ اس کے لئے سرگرم ہوں، ہم عمدہ معیار اختیار کرتے ہوئے جدید وسائل کا استعمال کریں اور عالمی سطح پر اور اس کے معیار کے مطابق اسلام کا پیغام اقوام عالم تک پہنچانے کی کوشش کریں، اس دعوت دین کو پھیلانے کی شروعات رسول اللہ ﷺ نے کی تھی، صحابہ کرامؓ نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا، تابعین و تبع تابعین نے اس امانت کو بعد والوں تک پہنچایا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل علم آج بھی اس خدمت کو اپنی بساط کے مطابق انجام دے رہے ہیں۔

علمائے اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ غیر مسلموں کو دین اسلام اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کریں، اقوام عالم کو اسلام کے پیغام کی وضاحت کے ساتھ ایمان و توحید کی دعوت دیں، آج ہر ملک میں ہزاروں چینل ہیں جو رات دن اپنی نشریات پیش کرتے رہتے ہیں، آج کا زمانہ چینلوں، انفارمیشن اور انٹرنیٹ اور طرح طرح کی سائٹوں اور رابطے کے وسائل کا زمانہ ہے، ان وسائل کا سہارا لے کر ہم اسلام کی حقیقت و حقانیت، اسلام کی تاریخ، اس کے عدل و انصاف، اس کی رواداری، اس کے عطا کردہ حقوق اور اس کے سنہرے ادوارِ حکمرانی کو لوگوں کے سامنے پیش کریں اور مغربی و صہیونی میڈیا کے پروپیگنڈوں کا جواب اقوام عالم کی زبان میں دیں، انٹرنیٹ اور رابطے کے جدید وسائل نے دعوت کے کام کو ہمارے لئے آسان بنادیا ہے، اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اس کے ذریعہ ہم دنیا کے گوشے گوشے سے منٹوں میں ربط کرلیتے ہیں، ہم ایک چیز تحریر کرکے جوں ہی پوسٹ کرتے ہیں لاکھوں کروڑوں لوگ اسے فوراً پڑھ لیتے ہیں، ہمارے پڑوس کے لوگ جس طرح اسے دیکھتے ہیں، مشرق و مغرب کے لوگ بھی اسی لمحہ

اسے دیکھ لیتے ہیں، اس سہولت نے ہم پر ذمہ داری ڈالی ہے کہ ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اوراس میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں، علمائے دین کی اب ذمہ داری ہے کہ وہ پہلے اپنے علم میں گہرائی پیدا کریں، مذاہب وادیان کا مطالعہ کریں، مختلف زبانوں میں لکھنا اور بولنا سیکھیں اور کتاب وسنت میں دسترس حاصل کرنے کے بعد بہتر سے بہتر اسلوب میں دین اسلام کی تعلیمات دوسروں کو سمجھانے اور مطمئن کرنے کی تربیت حاصل کریں، اس کے بعد ان جدید وسائل کو دعوت اسلامی کے مقصد سے استعمال کریں۔

آج مثال کے طور پر ہم اگر اپنی اردو زبان میں دین کی باتیں لکھتے اور بولتے رہیں تو یہ بھی بلاشبہ اچھا عمل ہے، مگر اس کا دائرہ محدود ہے، ہم اپنی بات اپنوں کو ہی کہہ رہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی بات دوسروں تک ان کی زبان میں پہنچائیں اور انہیں مطمئن کریں، اس کے لئے ہمیں ہندی، تلگو، کنڑ، مراٹھا، کیرل، تامل، بنگالی، اسامی اور ہر خطے کی زبان میں مہارت حاصل کرنی ہوگی، ہر زبان کے داعیوں کی ایک کھیپ تیار کرنی ہوگی، جو ان زبانوں میں دعوت کا فریضہ انجام دے سکیں، اسلام کے خلاف پھیلائے جارہے منفی پروپیگنڈوں کا جواب دے سکیں، ہم باور کراسکیں کہ ہمارے دین ومذہب کی تعلیمات شخصی منافع ومفادات سے بالاتر ہیں، ہم سرمایہ داروں کی تسکین اور مردوں کی اپنی خانگی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کے مقصد سے عورتوں کو نیلام نہیں کرتے اور نہ انہیں ان ذمہ داریوں میں حصہ دار بناتے ہیں بلکہ اسلام ہر ایک کو اس کے دائرہ میں آزادی دیتا اور ہر ایک کے فرائض وواجبات اور ذمہ داریوں وحقوق کو متعین کرتا ہے، اور وہی اس کی ذات کے لئے مفید اور اس کی فطرت سے ہم آہنگ ہے، اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ناقص علم رکھنے والے حضرات چینلوں کے مباحث اور دین اسلام کی ترجمانی کے لئے اسکرین پر آنے سے گریز کریں کہ ان کی لاعلمی وجہالت کی وجہ سے، ان کے ناروا طرز عمل اور آپے سے باہر ہونے کی وجہ سے اور لاکھوں انسانوں کی نگاہوں کے سامنے عدم علم کی وجہ سے لاجواب ہوجانے کی وجہ سے نہ صرف اسلام و مسلمانوں کی سبکی ہوتی ہے، بلکہ دعوت کے عمل کو سخت نقصان پہنچتا ہے اس لئے اگر اہل علم میں سے کسی کو مباحثہ کے لئے دعوت دی جائے اور ان کا علم ناقص اور معلومات کی کمی ہو تو وہ معذرت کرلیں اور علم میں گہرائی رکھنے والوں کی نشاندہی کریں کہ اس کے لئے انہیں مدعو کیا جائے۔ خودنمائی وشہرت کے لالچ میں خدارا اسلام کو بدنام کرنے اور اس کی رسوائی کا سبب بننے سے اجتناب کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

’’کہہ دیجئے کہ میری راہ یہی ہے، میں اور میری پیروی کرنے والے اللہ کی طرف بلارہے ہیں پورے یقین اور اعتماد (یعنی دلائل کے ساتھ) اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔‘‘ (یوسف 108)

اتراکھنڈ کی وادیوں میں علم اور دین کی اشاعت کا عظیم مرکز
جو علاقہ کی دینی بیداری کے لئے مسلسل کوشاں ہے
زیر سرپرستی داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہ العالی
مدرسہ تحفیظ القرآن
موضع بلاقی والا، پوسٹ امباڑی ضلع دہرہ دون
معیار تعلیم
حفظ وناظرہ، اور پرائمری تادرجہ آٹھ مع دینیات
بیرونی طلباء کی کافی تعداد بھی دارالاقامہ میں مقیم ہے
ناظم: قاری عبد الرحمن
موبائیل : 9756827212

مغرب کی فکری یلغار کی بنیاد
اور اس کا علاج

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سیرت نبوی کا ایک اہم اور مشہور واقعہ معراج کا ہے، جو مشہور روایت کے مطابق رجب میں پیش آیا، معراج کے موقع پر جو باتیں پیش آئیں، ان میں ایک اہم بات یہ تھی کہ جب آپ ﷺ اس سفر آسمانی سے واپس ہوئے اور اگلی صبح اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ سے اس کا ذکر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ یہ قصہ اہل مکہ سے نہیں کہیں؛ کیوں کہ وہ آپ کا مذاق اڑائیں گے ،حضرت ام ہانی کو خوب اندازہ تھا کہ یہ حقیقت ناشناس لوگ اللہ تعالیٰ کے نظام غیبی کو سمجھنے سے قاصر ہیں، جب وہ اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے تو بھلا اس بات کا کیا یقین کریں گے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے عالم بالا پر لے جائے گئے؛ اس لئے انہوں نے سوچا کہ اہل مکہ کی طرف سے تمسخر کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔

لیکن چوں کہ نبی کے لئے یہ بات ضروری ہوتی تھی کہ ان کو جن غیبی حقائق کو ظاہر کرنے کا حکم دیا جائے، وہ ان کو ظاہر کردیں؛ اس لئے آپ ﷺ کعبۃ اللہ تشریف لے گئے اور اس سفر آسمانی کا اہل مکہ کے سامنے ذکر فرمایا، ہوا وہی جس کا اندیشہ تھا، لوگوں نے ٹھٹھا کیا، مذاق اڑایا، خود ہنسے، دوسروں کو ہنسایا، تمسخر اور استہزاء کے تیر پر تیر پھینکے، آخر کچھ دشمنان اسلام کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت سے دور کرنے کا بہترین موقع اور مناسب وقت ہے؛ چنانچہ انہیں خبر دی گئی، پہلے ان سے حجت تمام کرنے کے لئے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایک ہی رات میں اس نے مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر طے کیا ہے تو کیا اس پر یقین کروگے؟ حضرت ابوبکرؓ نے حسب توقع جواب دیا کہ یہ تو بالکل ناقابل یقین بات ہے، مکہ والوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات نہیں تھی، انہیں یقین ہوگیا کہ اب ہم محمد ﷺ سے ان کے سب سے بڑے مددگار اور غمگسار کو توڑنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

اس لئے انہوں نے اب ان سے کہا کہ یہ کسی اور کا نہیں؛ بلکہ آپ کے رفیق خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی ہے تو پھر یہ بات درست ہے؛ کیوں کہ ہم نے کبھی اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو نہیں دیکھا؛ لیکن ہم آپ کے کہنے کی وجہ سے اس پر یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس غیبی سفر کا یقین نہیں کریں، پھر ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بیت المقدس کے درمیان پردے اٹھادیے گئے، سارے مناظر آپ کی نگاہوں کے سامنے آگئے، حضرت ابوبکرؓ لوگوں کی زبان بندی کے لئے سوالات کرتے گئے، اور آپ ﷺ ان کا جواب دیتے رہے، یہاں تک کہ معترضین کی زبانیں گنگ ہوگئیں؛ لیکن جن کے دل مریض تھے اور جنہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ کفر ہی پر قائم رہیں گے اور سچائی کو قبول نہیں کریں گے، ان کی ضد نے انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف آنے نہیں دیا، یہ ایک بہت بڑا کردار ہے جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قیامت تک آنے والی امت کے لئے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے، ان کے اسی عمل نے انہیں ''صدیق'' کا لقب دلایا، اور اسی باعث امت آپ کو صدیق اکبر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یہ واقعہ زبان زد عام وخاص ہے، اور جن لوگوں کو تھوڑی بہت دینی معلومات بھی ہے، وہ بھی اس سے واقف ہیں، جلسوں میں بار بار یہ واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، اور لوگ محبت وعقیدت کے کانوں سے سنتے ہیں؛ لیکن کم لوگ ہیں جو اس واقعہ کی گہرائی پر غور

بھی کرتے ہیں، اس واقعہ سے ہم ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک عقل وفہم بھی ہے، یہ عقل ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان فضاء کی بلندیوں کو ناپ رہا ہے، اس نے چاند اور مریخ پر اپنے قدم رکھ دیئے ہیں، اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کو فتح کرلیا ہے؛ اسی لئے اسے اپنی عقل پر بہت ناز ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ہمیں عقل کے فتویٰ پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، عقل جس بات کو قبول کرے، وہ قابل قبول ہے، اور جو بات عقل کے لئے ناقابل قبول ہو، وہ ایک واہمہ ہے، جس چیز کو انسان اپنی آنکھوں سے یا اپنی مشینوں سے دیکھ سکے، وہ موجود ہے، اور انسان کی آنکھیں جن چیزوں کا ادراک نہ کرسکیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لیکن اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ عقل اور مشاہدہ کی سرحدیں جہاں ختم ہوجاتی ہیں، وہاں سے اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام شروع ہوتا ہے، اسی غیبی نظام کے تحت ہم خدا پر، وحی کے نظام پر، انبیاء و ملائکہ پر، جنت ودوزخ پر اور آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں، بحیثیت مسلمان ہمارا یقین ہے کہ آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، زبان چکھنے میں غلطی کرسکتی ہے، ہاتھوں کا ادراک غلط ہوسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کان سننے میں غلطی کرجائے؛ لیکن جو بات اللہ نے فرمائی ہے اور جو بات اللہ کے رسول نے کہی ہے، وہ غلط نہیں ہوسکتی، یہ اٹوٹ یقین ہی ایمان کی بنیاد ہے، کوئی شخص کس قدر بھی پابند صلاۃ ہو، زکوٰۃ ہی نہیں صدقہ وخیرات بھی دیتا ہو، اس نے بار بار حج بھی کئے ہوں، لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بھی بہتر ہو؛ لیکن جو باتیں یقینی طور پر دین کے سرچشموں یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہوں، اگر ایسے کسی چھوٹے سے چھوٹے امر کا انکار کردے تو اعمال کی اس کثرت کے باوجود انسان دولت ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

اسی لئے قرآن مجید نے بار بار وضاحت کی کہ کسی عمل کے جائز وناجائز ہونے کا معیار یہ نہیں ہے کہ انسان اس کی مصلحت کو سمجھ جائے، اور عقل اس کا ادراک کرلے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو اس معاملہ میں کسی بات کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ (احزاب: ۳۶)؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے، ان کی عقلی حکمت ومصلحت کا ذکر نہیں فرمایا؛ حالانکہ خدائے حکیم کا کوئی حکم حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ احکام شریعت کو اس لئے ماننا ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے؛ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری عقل کے مطابق اور ہماری مصلحتوں سے ہم آہنگ ہے، مثلاً اسلام سے پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کرنے اور سود لینے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سود دینے والے کا پیسہ ایک مدت تک سود لینے والے کے پاس رہتا ہے، وہ اسی مدت کا عوض سود کی شکل میں حاصل کرتا ہے، تاجر بھی اپنا پیسہ لگا کر مال خرید کرتا ہے، اور اس کا مال فروخت ہونے میں ایک مدت لگ جاتی ہے، گویا وہ جو کچھ نفع لیتا ہے وہ اسی مدت کا معاوضہ ہوتا ہے، قرآن مجید اس کی تردید کرنے کے لئے تجارت اور سود کے معاشی فوائد ونقصانات پر روشنی ڈال سکتا تھا؛ لیکن قرآن مجید نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور فیصلہ سنا دیا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ اللہ نے تجارت کو حلال رکھا ہے اور سود کو حرام، **أحل اللہ البیع وحرّم الربوا** (بقرہ۲۷۶)۔

اسی طرح اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے جانور ذبح کرے تو وہ حلال، اور جو جانور مردار ہو، جس کو اللہ نے مارا ہو وہ حرام، یہ بات ظاہر ہے کہ ذبح کئے ہونے جانور سے فاسد خون نکل جاتا ہے، اور وہ انسان کی صحت کے لئے نقصاندہ نہیں ہوتا؛ جبکہ مردار کے جسم میں فاسد خون رک جاتا ہے، اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاسکتا تھا؛ لیکن قرآن مجید نے ان حکمتوں اور مصلحتوں پر کوئی گفتگو نہیں کی اور صاف طور پر کہہ دیا کہ اللہ کا حکم

ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ، **فکلوا مما ذکر اسم اللہ** ()اور جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ، **ولا تأکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ** () اور اللہ تعالیٰ نے جب محرمات کا ذکر فرمایا اور اس میں مردار کو شامل رکھا (؟؟؟؟؟؟؟؟) قرآن مجید نے اپنے اس اسلوب کے ذریعہ ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگرچہ عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اسلام اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے؛ اسی لئے قرآن مجید نے بار بار سوچنے، سمجھنے اور فکر کرنے کی دعوت دی ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان عقل کو اپنا معبود بنالے، اور جن چیزوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ موجود ہے، ان کے بارے میں بھی عقل کو حاکم تصور کرنے لگے، بہ قول علامہ اقبال:

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

اس وقت مغربی تہذیب کی عالم اسلام اور مسلم نوجوانوں پر جو یلغار ہے، اس کی دو بنیادیں ہیں، ایک یہ کہ جو بات عقل میں آئے، اسے قبول کرو، اور جو بات ہماری عقل قبول نہیں ہے، اسے خاطر میں نہیں لاؤ، چاہے وہ بات مذہبی صحیفہ ہی میں کیوں نہ آئی ہو، یہ کیا بات ہے کہ مرد کو طلاق کا حق ہو اور عورت کو نہ ہو، یہ کیا ظلم ہے کہ مرد تو ایک سے زیادہ نکاح کرے اور عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہو، یہ کیسا انصاف ہے کہ بیٹے کے مقابلہ میں بیٹی کو آدھا حصہ ملے، ایسا کیوں ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں اور دونوں ہی کے چہرہ میں کشش رکھی گئی ہے؛ لیکن مردوں کے لئے تو پردہ ضروری نہ ہو اور عورتوں کے لئے ضروری ہو، اس کا کیا فائدہ ہے کہ قربانی کے لاکھوں جانور ایک ہی دن تہہ تیغ کر دیئے جائیں، بجائے اس کے کہ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پسماندگی کو دور کیا جائے، حج کے سفر پر کثیر رقم خرچ کر دی جاتی ہے، یہ اور اس طرح کے کتنے ہی سوالات ہیں، جو اس بنیاد پر اٹھائے جاتے ہیں کہ انسان کی عقل کوتاہ جب تک کسی بات کو قبول نہ کر لے، وہ قابل قبول نہیں سمجھتا۔

دوسری بنیاد ہے شہوت پرستی، انسان کو جو بات اچھی لگے، وہ اس کے مطابق عمل کرے، ان کے نزدیک خدا کے قانون کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ انسان کی خواہش میں رکاوٹ پیدا کرے، انسان کو شریعت کا نہیں لذت کا غلام ہونا چاہئے، جس بات سے انسان کو لذت حاصل ہو، انسان اس کو کرنے کے لئے آزاد ہے، آج مغربی دنیا میں کیسے کیسے ناشائستہ اور غیر فطری کاموں کو جواز بخشا جا رہا ہے، ہم جنس سے تعلق کی اجازت، ایک ہی جنس کے لوگوں کا آپس میں نکاح، عریانیت کی عمومی اجازت، سود کی حوصلہ افزائی، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ انسان کی خواہش پر کوئی کنٹرول نہیں ہونا چاہئے، وہ اپنی خواہشات پر عمل کے لئے آزاد ہے، اور خود اپنی مرضی کا مالک ہے۔

مغربی تہذیب کی یہ دونوں بنیادیں دراصل اسی تصور پر مبنی ہیں کہ انسان کو نظام غیبی کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے سارے فیصلے خود کرنا چاہئے۔

واقعہ معراج کے موقع سے حضرت ابو بکرؓ کا اسوۂ صدیقی ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کا مزاج بنائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور اس کے حکم کو اپنی عقل سے بالاتر سمجھیں، وہ اس بات کا یقین کریں کہ حق و باطل کا پیمانہ نہ انسان کی عقل ہے نہ وہ مصلحت ہے جو احاطہ دماغ میں آجائے، نہ اس کی خواہش و مرضی ہے، نہ اس کا معیار لذت ہے کہ جو چیز باعث لذت ہو اسے لے لیا جائے، اور جو چیز لذت اندوزی میں حارج ہو، اسے ٹھکرا دیا جائے، جب تک ہم مسلمانوں کی نئی نسل کی یہ سوچ نہیں بنائیں گے، مغرب کی طرف سے تہذیبی ارتداد، فکری انحراف اور تشکیکی اندازِ فکر کی جو بیماری لانے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

ایک نئے کذاب کا فتنہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی (حیدرآباد)

دورِ اخیر میں فتنوں کا ظہور ایک ایسی حقیقت ہے جس کی رحمت عالم ﷺ نے بارہا پیشین گوئی فرمائی ہے، جیسے جیسے قیامت کا زمانہ قریب آتا جارہا ہے فتنوں میں شدت پیدا ہوتی جارہی ہے یہ دراصل ابتلاء اور آزمائش کا خدائی نظام ہے، سب سے بڑا فتنہ دجّال کا خروج ہے؛ لیکن دجالِ اکبر کے خروج سے پہلے مختلف چھوٹے دجال اپنی فتنہ سامانیوں کا مظاہرہ کرتے رہیں گے۔

جھوٹے نبیوں کا فتنہ بھی اُن عظیم فتنوں میں سے ہے جو اُمت کو شدید ہلا کر رکھ دیں گے، مختلف اغراض فاسدہ رکھنے والی ملعون شخصیتیں نبوت کا دعویٰ کرکے عالم اسلام میں بھونچال پیدا کریں گی، اس فتنہ کا سلسلہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ ہی سے چل پڑا ہے، مسیلمہ کذاب پہلا ملعون شخص تھا جس نے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی، حضرات صحابہ کرامؓ نے پوری شدت کے ساتھ اس کی سرکوبی فرمائی، برصغیر ہندوپاک میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، جس کے خلاف علماء امت کی جانب سے پوری قوت کے ساتھ مہم چلائی گئی، رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، گذشتہ ۸؍نومبر ۲۰۱۸ کو ملتِ اسلامیہ کی صفوں میں اس وقت ایک بھونچال سا آگیا جب احمد عیسیٰ نامی ایک ملعون نے یوٹیوب چینل پر اپنی نبوت کا اعلان کیا، یہ شخص نبا 7 نامی اپنے چینل پر اچانک نمودار ہوا اور اپنی نبوت کا برملا اعلان کیا۔ احمد عیسیٰ ۸؍نومبر ۲۰۱۸ کی اپنی پہلی ویڈیو کلپ میں کہتا ہے:

”اور یہ جو الکتاب ہے اس میں چیلنج ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا مثل نہیں لاسکتی اور جو قرآن آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں سب سے زیادہ ذکر میرا ہے، میرا یعنی اللہ کے رسول احمد عیسیٰ کا ہے، اگر کوئی الکتاب پڑھتا ہے تو وہ گواہی دینے پر مجبور ہوجائے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں“

آگے اسی ویڈیو کلپ میں احمد عیسیٰ ملعون شانِ رسالت میں سنگین جسارت اور گستاخی کرتے ہوئے کہتا ہے:

”یہ جو کہا جارہا ہے کہ محمد آخری رسول اور، محمد آخری نبی ہے، سب کا سب جہالت ہے، بکواس ہے، بالکل بے بنیاد ہے، گمراہی ہے، جس کا حق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور جو کچھ بھی آج ختم نبوت کے نام سے کیا جارہا ہے یہ سب کا سب جہالت ہے، اگر دنیا کی کوئی طاقت محمد کو آخری نبی ثابت کردے تو میں جو سزا کہیں گے بھگتنے کے لیے تیار ہوں، اس میں کھول کھول کر واضح کردیا گیا ہے کہ محمد نہ آخری رسول ہیں نہ آخری نبی، آخری رسول تو بہت بعد کی بات ہے، آپ لوگ کہتے ہو کہ محمد ہمارا رسول ہے، محمد آپ کا رسول ہی نہیں ہے، محمد کو آپ کے لیے بھیجا ہی نہیں گیا، محمد نہ تو آپ کی زبان میں تھا نہ تو آپ میں بھیجا گیا اور نہ آپ کے لیے بھیجا گیا، جس کے رسول ہونے کا تم دعویٰ کرتے ہو وہ تمہارا رسول ہی نہیں ہے“

احمد عیسیٰ ملعون نے اپنی پہلی ویڈیو کلپ میں اپنی کتاب الکتاب کے بارے میں چیلنج کیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کا رد نہیں کرسکتی۔

احمد عیسیٰ ملعون کا اصل نام عدنان نذیر اراعی ہے جو پاکستان کے صوبہ گجرات کے چناب شہر کے ایک گاؤں کھٹانہ کا رہائشی ہے، یہ ابتدا ہی سے غلط کاریوں میں مبتلا تھا، اس کے گاؤں کے کچھ جوانوں نے اس کے ساتھ غلط کاری کی جس پر اس کے والد نے ان جوانوں کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کی دھمکی دیتے ہوئے ان سے آٹھ لاکھ روپئے وصول لیے، عدنان نذیر عرف احمد عیسیٰ کا والد ریلوے اسٹیشن پر قلفی بیچا کرتا تھا، احمد عیسیٰ کچھ عرصہ کے بعد اسپین چلا گیا اور وہاں قادیانیوں کے ساتھ شامل ہوگیا، اس کے بعد اس کے والد کا انتقال ہوا تو وہ پاکستان واپس چلا آیا، والد کے انتقال پر گاؤں کے امام نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص قادیانی ہے، پھر ۸؍نومبر ۲۰۱۸ کو احمد عیسیٰ اسپین چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی پہلی ویڈیو کلپ کو اپ لوڈ کیا جس میں اس نے نبوت کا

دعویٰ کیا ہے، جب اس کے گاؤں والوں کو اطلاع ملی کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو لوگ اس کے گھر پہنچے جہاں صرف اس کی والدہ اور بہنیں تھیں، پھر لوگ اس کے سسرال لالہ موسیٰ گئے وہاں بھی وہ موجود نہیں تھا، ۱۰/نومبر ۲۰۱۸ء کو اس کا بھائی نوید نذیر، احمد عیسیٰ کی بیوی اور اس کے بچوں کو لے کر اسپین فرار ہو گیا۔

یہ عدنان نذیر عرف احمد عیسیٰ کذاّب کی مختصر روداد ہے، بھلا جو شخص بچپن ہی سے غلط کاریوں میں مبتلا رہا ہو اور جس کا کیریکٹر شروع ہی سے داغدار ہو اسے نبوت سے کیا سروکار ہو سکتا ہے؟ حضرات انبیاء کرامؑ کا کردار روز اول ہی سے انتہائی بے داغ ہوتا ہے، احمد عیسیٰ در اصل یہودیوں کا آلۂ کار ہے، جو دولت اور شہرت کی خاطر صہیونیوں کی انگلیوں پر ناچ رہا ہے، احمد عیسیٰ کے صہیونیوں سے تعلق کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے چینل کا نام نبا7 رکھا ہے، کہا جاتا ہے کہ عبرانی زبان میں نبا کے معنی پیشین گوئی کرنے والے کے ہیں۔

جہاں تک عقیدۂ ختم نبوت کا تعلق ہے تو وہ اسلام کے مسلمات میں سے ہے، قرآن وسنت اور اجماع امت سے یہ بات بالکل بے غبار ہے کہ حضور ختمی مرتبت ﷺ آخری نبی بنا کر بھیجے گئے اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، قرآن مجید صاف اعلان کرتا ہے: **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً** (الاحزاب:۴۰) محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، نیز ارشاد نبوی ہے: میرے بعد تیس کذاب ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، جب کہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (ابوداؤد شریف)۔ نبی رحمت ﷺ کی ختم نبوت پر دلالت کرنے والی روایات حد تواتر کو پہنچتی ہیں، سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیتوں میں متقی بندوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے یہ تو فرمایا گیا کہ وہ لوگ آپ سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر بھی جو آپ پر نازل کی گئی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا کہ متقی بندے آپ کے بعد آنے والی کتابوں پر بھی ایمان لاتے ہیں، اس کی عدم صراحت دلالت کرتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

ملعون احمد عیسیٰ کذاب اپنی ویڈیو کلپ میں اپنی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے سارا زور اس بات پر لگا رہا ہے کہ محمد عربی ﷺ آخری نبی نہیں ہیں، نیز آپ کو ہندوپاک کے لیے بھیجا ہی نہیں گیا، اس کے الفاظ یوں ہیں: ’’محمد نہ آپ کی زبان میں تھا نہ تو آپ میں بھیجا گیا اور نہ آپ کے لیے بھیجا گیا‘‘ ملعون کذاب کو قرآن وحدیث کی تھوڑی سی بھی سُد بد ہوتی تو وہ ہرگز ایسی بکواس نہ کرتا، محمد عربی ﷺ کا سارے عالم کے لیے بھیجا جانا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن مجید کی دسیوں آیات دلالت کرتی ہیں، ارشاد ربانی ہے: **قل يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا** (الاعراف) آپ فرما دیجئے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، آیت شریفہ میں الناس اور جمیعا کے الفاظ واضح ہیں اور الناس میں قیامت تک آنے والے انسان داخل ہیں، چاہے وہ کسی بھی ملک کے باشندے ہوں، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وما أرسلناک إلا كافة للناس بشيرا ونذيرا** (سورہ سبأ) ہم نے آپ کو سارے لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، کافۃ للناس کی تعبیر واضح ہے کہ آپ کو سارے انسانوں کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہے، اسی طرح سورۃ الانبیاء میں ارشاد ربانی ہے: **وما أرسلناک إلا رحمة للعالمين.** ہم نے آپ کو سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، سورۃ الفرقان کا آغاز یوں کیا گیا ہے: **تبارک الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا.** بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر الفرقان کو نازل کیا، تا کہ وہ سارے عالم والوں کے لیے ڈرانے والے بنے۔ پچھلے انبیاء اور نبی آخر الزماں کے درمیان ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ پچھلے انبیاء خاص قوم کے لیے اور مخصوص علاقہ اور ایک متعین مدت کے لیے نبی بنا کر بھیجے جاتے تھے، لیکن خداوند قدوس نے جب آخری نبی کو بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو آپ کو ساری انسانیت اور قیامت

تک کے لیے نبی بنایا، جب آپ قیامت تک کے لیے سارے انسانوں کے نبی ہیں تو کسی دوسرے نبی کی کیوں کر گنجائش ہو سکتی ہے؟ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے تو قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا اور وہ جتنے دن دنیا میں رہیں گے محمد عربی ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔

ملعون احمد عیسیٰ کذاب کو بہت سے مسلم بھائیوں نے مناظرہ کا چیلنج کیا اور بعد میں اسے انٹرویو کی دعوت دی، لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا، ایک طرف وہ اپنی ویڈیو کلپ میں ساری امت مسلمہ کو چیلنج کرتا نظر آتا ہے کہ کوئی اس الکتاب کا رد کر کے دکھائے، یا کوئی محمد ﷺ کو آخری نبی ثابت کرے، دوسری جانب اس کا چیلنج قبول کر کے جب اسے یوٹیوب لائیو آنے کی دعوت دی جاتی ہے تب وہ خاموش ہو جاتا ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ داعش کا بندہ ہے اور یہودی تنظیموں کا ایجنٹ ہے، احمد عیسیٰ ایک نارمل انسان نہیں بلکہ وہ ذہنی اور نفسیاتی مریض لگتا ہے، اسے خود پتہ نہیں کہ وہ کیا کیا بک رہا ہے، روز اول سے اس کا کردار مشکوک رہا ہے، وہ ایک شریف انسان نہیں ہے، اس کی ویڈیو کلپوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا علم بھی انتہائی سطحی ہے، ممکن ہے کہ اسلامیات کی دو چار کتابوں کا مطالعہ کر رکھا ہو، یا کچھ شخصیتوں کی صحبت میں رہ کر کچھ جانکاری حاصل کر لی ہو، لیکن اس میں فہم کا فقدان اور سمجھ بوجھ کی کمی ہے، اسے مستند علم حاصل نہیں ہے، اس کی کتاب جسے اس نے الکتاب کا نام دیا ہے اول تو اس میں زبان اور گرامر کی بے شمار غلطیاں ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ کتاب کا کوئی مرکزی موضوع نہیں ہے، اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس منہج پر لکھی گئی ہے، نیز یہ کتاب تضادات و تناقضات کا پلندہ ہے، جن بھائیوں نے اسے انٹرنیٹ سے اپ لوڈ کر کے پڑھا ہے ان کا تأثر ہے کہ احمد عیسیٰ نے اس میں بے سروپا باتیں لکھی ہیں، خود احمد عیسیٰ کو پتہ نہیں کہ اس نے کتاب میں کیا لکھا ہے؟ بہت سی وہ باتیں جو اس نے الکتاب میں لکھی ہیں اپنی ویڈیو کلپ میں خود ہی ان کی تردید کرتا ہے، ایک طرف وہ محمد عربی ﷺ کو نبی تسلیم نہیں کرتا دوسری جانب وہ قرآن مجید سے اپنے لیے دلائل بھی فراہم کرتا ہے، قرآن جس پیغمبر پر نازل ہوا جب اسی کا انکار ہے تو ان پر نازل شدہ کتاب سے استدلال کیسے کیا جا سکتا ہے؟ علاوہ ازیں الکتاب تو قرآن مجید کو کہا گیا ہے، سورہ بقرہ کی پہلی آیت میں ارشاد ہے: **ذلک الکتاب لا ریب فیہ** لیکن احمد عیسیٰ کذاب نے اس نام کو اپنی کتاب پر چسپاں کر دیا، کذاب ملعون کا عجیب معاملہ ہے کہ وہ ایک جانب اپنی ویڈیو کلپ میں الکتاب کو لہرا لہرا کر چیلنج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی اس کا رد پیش کرے، لیکن دوسری جانب اس نے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ الکتاب کہاں سے چھپی ہے اور اس کے ملنے کا پتہ کیا ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ اس نے الکتاب کی پی ڈی ایف کاپی بنالی ہے، صرف ایک نسخہ تیار کر کے اسی کو لہراتا رہتا ہے۔

احمد عیسیٰ ملعون نے قرآن مجید کے تعلق سے بھی بکواس کی ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن صرف تاریخ کی کتاب ہے، اور اس میں آدھی سے زائد میری تاریخ ہے، گویا قرآن مجید میں جس عیسیٰؑ کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں، اور مسلمانوں کو جس عیسیٰؑ کا انتظار ہے وہ میں ہی ہوں، احمد عیسیٰ نے اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے وہی ڈرامار چایا ہے جو غلام احمد قادیانی نے رچایا تھا، وہ بھی خود کو مسیح موعود کہتا تھا پھر بتدریج نبوت کا دعویٰ کرنے لگا، قرآن مجید میں ضرور ایک حصہ ایسا ہے جس میں پچھلی قوموں کے حالات اور حضرات انبیاء کرامؑ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں، لیکن اس کی وجہ سے سارے قرآن کو تاریخ کہنا سراسر غلط ہے، اس کے علاوہ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ قرآن کا نصف حصہ حضرت عیسیٰؑ کے تذکرہ پر مشتمل ہے، حضرت عیسیٰؑ سے کہیں زیادہ تذکرہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت یوسف علیہم السلام کا ہے۔

الغرض احمد عیسیٰ ملعون امت کیلئے ایک نیا فتنہ بن کر ابھرا ہے، علماء امت نے جس طرح ملعون قادیانی کی نبوت کی تردید کی اسی طرح احمد عیسیٰ ملعون بھی بہت جلد گمنام ہو جائے گا، سوشل میڈیا کا استعمال کرنے والے مسلم نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے ملعون کذاب افراد سے چوکنا رہیں اور اس حقیقت کو ذہن نشیں کر لیں کہ نبی رحمت ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب اور جھوٹا ہے۔

نسیم ہدایت کے جھونکے

ایک یہودی نوجوان ناصر محمود بن جابر سے ایک ملاقات

زبان وبیان: قاری حنیف ڈار صاحب
فیس بک سے ماخوذ

نار سے نور تک

میں برطانیہ میں ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا جو اسرائیل سے ہجرت کر کے وہاں پہنچا تھا، بہن بھائیوں میں میرا نمبر چوتھا اور آخری تھا، یوں کچھ لاڈلا بھی تھا،، یہودی مذہب میں بھی ہر مذہب کی طرح سوال کرنے کو بہت برا جانا جاتا ہے اور سوال کو مذہب یا خدا کے خلاف سازش سمجھا جاتا ہے، ادھر میں تھا کہ سوال نہ کروں تو کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا، والدین میری اس عادت سے بہت تنگ تھے وہ حتی الامکان میرے سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرتے اور آخرکار وہی امرت دھارا استعمال کرتے جو ساری دنیا کے والدین کرتے ہیں، یعنی پٹائی، میرے بہن بھائیوں کو جب بھی، اور جو بھی ملتا ان کی سب سے پہلی ترجیح اسے کھانا ہوتی تھی جب کہ میں جب تک پوچھ نہ لوں کہ کس نے دیا ہے؟ کیوں دیا ہے؟ اور کتنا دیا ہے؟ کھاتا نہیں تھا، والدہ اکثر جب مجھے کوئی چیز دیتیں تو سوال سے پہلے ہی کہتیں،، تیری خالہ نے دیا ہے، ان کی بیٹی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور سارے رشتہ داروں کو دیا ہے اور اب مر کھالے!

مذہب کے معاملے میں ان کو کوئی خاص علم نہیں تھا، وہ ہوں ہاں کر کے چپ ہو جاتے، یا جو کہانی سنی ہوتی سنا دیتے، انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ میں مطمئن ہوا یا نہیں ہوا، البتہ یہودیت میں اسلام کی طرح ذرا ذرا سی بات پر کان پکڑ کر نکال نہیں دیا جاتا کہ یہ کافر ہو گیا،، بلکہ آپ یہودی ہیں اور عمل کریں یا نہ کریں آپ کی یہودیت کو کوئی خطرہ نہیں، اسرائیل میں حکومت ہمیشہ سے بے عمل یہودیوں کی رہی ہے اور یہ مسئلہ میں نے جتنے مذاہب تبدیل کئے سب میں دیکھا کہ ہر مذہب میں حکومت بے عمل لوگوں کی ہی ہے، باعمل لوگ صرف جلنے کڑھنے کے لئے ہی رہ گئے ہیں، عوام میں ان کی پذیرائی نہیں اور حکومت چلانے کی ان میں صلاحیت نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت چلانے کے لئے جس وسعت قلب ونظر کی ضرورت ہے وہ ان میں نہیں ہے، لہٰذا ان کے مقدر میں ہی لوگوں کو کوسنا اور خود بھی جلنا کڑھنا ہے،، میں کبھی کبھی سوچتا ہوں یوسف علیہ السلام نے تنِ تنہا کس طرح کافروں سے بھرے ملک میں حکومت کر لی، کس طرح پورے ملک کو اپنے ذاتی محاسن اور نظم وضبط، وعدل وانصاف سے حکومت کر کے مسلمان کر دیا، کہاں وہ پیغمبر اور کہاں آج ان کے نام لیوا؟

یہودیت کے جوہڑ سے نکل کر میں نے عیسائیت کے سمندر میں چھلانگ لگا دی، اس سے کوئی خاص طوفان تو برپا نہیں ہوا کیونکہ یہودیت سے عیسائی ہونا یا عیسائی سے یہودی ہونا، ایک معمولی تبدیلی سمجھا جاتا ہے، جس طرح مسلمانوں میں فقہ کی تبدیلی ہوتی ہے،، بندہ کسی بھی امام کو سوچ کر لے، رہتا مسلمان ہی ہے، مگر میرے سوالوں کا جواب عیسائیت کے پاس بھی نہیں تھا، اور میں زیادہ دیر وہاں بھی ٹک نہ پایا، ایک سکھ دوست کی دوستی نے جو کہ میرا یونیورسٹی کا کلاس فیلو تھا مجھے سکھ بنا لیا، میرے سوالات نے اسے بھی سکھ مذہب سے فارغ کر دیا اور میں گیا تو اکیلا تھا مگر سکھ ازم سے نکلنے والے ہم دو تھے، اب دو آدمیوں کو مذہب کی تلاش تھی، میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا، اگرچہ نسلی تعصب کی وجہ سے جو کہ مسلمانوں کے خلاف ہمارے خون میں شامل ہے، قرآن کو پڑھنا میرے لئے ایک قیامت سے گزرنا تھا،، لیکن میں جوں جوں قرآن کو پڑھتا گیا میرے اندر کی

میل اور میرے سوالوں کی کاٹ کم ہوتی چلی گئی ،قرآن تو بھرا ہی جوابوں سے ہے،، وہ سوال بھی خود کرتا ہے،اس لئے دوسروں کو سوال سے منع کرتا ہے،اور جواب بھی خود دیتا ہے انسانی ذہن آج جن سوالوں تک پہنچا ہے،قرآن نے صدیوں پہلے ان سوالوں کو اٹھا کر ان کا تسلی بخش جواب دے دیا ہے،مگر میرا مسئلہ مسلمان ہونے کے بعد شروع ہوا !

میں مسلمان تو برطانیہ میں ہی ہو گیا تھا اور میں یہ چاہتا تھا کہ کسی مسلمان ملک میں جا کر اسلام کو عملی طور پر دیکھوں،میرے والد صاحب جو دس سال پہلے 1977 کے زمانے میں پاکستان میں برطانوی سفارت خانے میں اتاشی کے طور پر کام کر چکے تھے انہوں نے جب سنا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور سعودی عرب جانے کا سوچ رہا ہوں تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اگر تم مسلم ملک میں جانا چاہتے ہو تو پھر پہلے پاکستان جاؤ، یہ وہ واحد ملک ہے جو اسلام کی بنیاد پر بنا ہے اور تمہیں اسلام کو سمجھنے میں جتنی مدد اس ملک سے ملے گی کہیں اور ممکن نہیں ہے، اب اللہ جانتا ہے اس مشورہ کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے،مگر میں ان کے مشورہ پر پاکستان کی طرف چل نکلا! کراچی پہنچ کر میں نے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کیا! ایک سروس بوائے سے میں نے اپنا مقصد بیان کیا کہ میں اس نیت سے پاکستان آیا ہوں اور کوئی اچھا سا ادارہ جو مجھے اسلام کو سمجھنے میں مدد دے اس کی تلاش میں ہوں، اگر تم مجھے گائیڈ کر سکتے ہو تو تمہاری مہربانی ہوگی اور اگر ایک دو چھٹیاں لے لو گے تو میں ان کے پیسے بھی تمہیں دے دوں گا،سروس بوائے نے میرا انٹرویو شروع کیا اور پوچھا کہ میں کون سا مسلمان ہوا ہوں تاکہ متعلقہ اسلام کے کسی ادارے کو وزٹ کیا جائے، میں جس کی ساری زندگی سوال کرتے گزری تھی، اس سوال پر ہی چکرا کر رہ گیا کہ میں کون سا مسلمان ہوا ہوں۔

میں نے اسے بتایا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے اور اس کے مطابق اللہ کو ایک مانا ہے،، محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانا ہے اور مرنے کے بعد اٹھنے اور حساب کتاب پر ایمان لایا ہوں، اللہ نے جبریل کے ذریعہ قرآن نازل کیا ہے جو اللہ کا کلام ہے،، اب تم بتاؤ کہ یہ کون سا اسلام ہے؟ وہ بولا اس سے کام نہیں چلے گا، اتنا سارا اسلام پاکستان میں نہیں چلتا،اس کے ساتھ کچھ اور ضروریات بھی ہیں جن کے لئے آپ کو ہمارے ایک عالم ہیں ان سے ملنا ہوگا! اگلے دن وہ مجھے کراچی کی ایک جامعہ میں لے گیا، جہاں ایک بہت موٹے تازے بزرگ بیٹھے تھے جو سبز پگڑی پہنے ہوئے تھے، انہوں نے مجھ سے تفصیل پوچھی اور میرے علم میں یہ اضافہ کیا کہ چونکہ ہند میں اسلام کچھ بزرگوں کے ذریعے آیا ہے ان بزرگوں کے بارے میں میرا عقیدہ اگر خراب ہوا تو میں مسلمان نہیں ہوسکتا، لہٰذا انھوں نے مجھے ایک بندہ کے سپرد کیا جو مجھے کسی درگاہ پر لے گیا جہاں میرے نفس کا تزکیہ کرنا مقصود تھا! وہ غالباً منگھو پیر کی درگاہ تھی اور جامعہ امجدیہ کے مہتمم نے مجھے وہاں کے سجادہ نشین کے نام رقعہ دیا تھا جو میں نے ان کے سپرد کر دیا، مجھے غسل دلوایا گیا سبز کپڑے پہنائے گئے اور میری انگلیوں میں چار انگوٹھیاں جو مختلف رنگوں کے پتھروں سے مزین تھیں پہنا کر میری بیعت لی گئی اور ایک ڈنڈا میرے ہاتھ میں پکڑایا گیا،، اور اسلام میں داخل کر لیا گیا۔

صبح صبح مجھے ناشتہ کے بعد ریلوے اسٹیشن لے جایا جاتا جہاں آنے جانے والے مسافروں کو مجھے اسلام کی دعوت دینی تھی اور ساتھ ساتھ یہ بتانا تھا کہ میں کن کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں! یہ معمول کوئی دو ماہ رہا، اس دوران میں نے جب بھی قرآن کی تلاوت اور مطالعہ کرنے کی کوشش کی، میرا انگلش ترجمہ والا قرآن بڑے پیار اور ادب کے ساتھ میرے ہاتھ سے لے کر واپس میرے سامان میں رکھ دیا گیا اور بتایا گیا کہ قرآن نے جو کام کرنا تھا وہ کر دیا ہے، اب آپ کو تربیت کی ضرورت ہے مطالعہ کی نہیں! دو ماہ بعد کی بات ہے جب میں ریلوے اسٹیشن پہنچا تو وہاں ایک تبلیغی جماعت ریل گاڑی سے اتر رہی تھی،، میں نے جب ان کو اپروچ کرنے کی کوشش کی تو میرے گائڈ نے میرا ہاتھ سختی سے پکڑ

لیا اور کہا کہ ان کے قریب مت جاؤ، یہ بات جماعت کے ایک ساتھی نے بھی محسوس کر لی اور وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ میری طرف لپکے، سلام کے بعد انہوں نے مصافحہ کیا اور بہت شستہ انگلش میں مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے ہوں اور کیا میں مسلمان ہوں؟ بعد میں پتہ چلا کہ وہ ڈاکٹر تھے، میرے جواب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا سامان کدھر ہے؟ میں نے بتایا کہ اس بھائی کو پتہ ہے کسی درگاہ پر ہے،، اب باقی جماعت بھی اپنا سامان لئے ہمارے اردگرد کھڑی ہوگئی!

میرے گائڈ کو ہاتھ پاؤں پڑے ہوئے تھے،، وہ بار بار واپس چلنے کے لئے اصرار کر رہے تھے، مگر اب واپسی پر ڈاکٹر صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے جو میرا سامان لے کر مجھے ساتھ لے جانے آئے تھے کیونکہ میں نے ان کے ساتھ جانے پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا! وہاں سے سامان کس مشکل سے چھوٹا یہ الگ داستان ہے، مگر وہیں مکالمہ کے دوران مجھے پتہ چلا کہ ایک دوسرے کی نظر میں یہ دونوں مسلمان نہیں، ڈاکٹر صاحب کے نزدیک میں اب تک مشرکوں کے چنگل میں تھا اور سجادہ نشین مجھے بتا رہے تھے کہ تو اب مرتد ہو گیا ہے اور اسلام سے خارج ہو کر جا رہا تھا، مگر مجھے سمجھ یہ نہیں لگی تھی کہ جب میں اسلام میں اپنی مرضی سے داخل ہوا ہوں تو میری اپنی مرضی اور نیت کے بغیر کوئی مجھے اسلام سے نکال کیسے سکتا ہے؟ جو مرضی سے آیا ہے مرضی سے جائے گا، اعلان کے ساتھ داخل ہوا ہے اعلان کے ساتھ خارج ہوگا۔ خیر سوالات کی چکی جو قرآن پڑھ کر بند ہوئی تھی، مسلمانوں میں آ کر بہت تیزی سے چل پڑی تھی! مجھے نقد جماعت کے ساتھ فوراً رائے ونڈ روانہ کر دیا گیا،، جہاں میں نے دو ماہ کے لگ بھگ تو رائے ونڈ میں گزارے جو مختلف ممالک سے آنے والی جماعتوں سے خصوصی ملاقاتوں اور باہم تبادلہ خیالات میں گزرے جب کہ چالیس دن ایک جماعت کے ساتھ لگائے، یہاں کا ماحول بہت اچھا تھا،، لوگ بہت ہی خلوص اور محبت سے پیش آتے تھے اور ہر وقت اللہ اللہ کے چرچے چلتے تھے، ہر جمعرات کو مرکز کے باہر کتابوں کے اسٹال لگتے تھے جن پر خریداروں کا بہت رش رہتا تھا

پھر سالانہ اجتماع شروع ہو گیا اسٹالوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور خریداروں کا رش بھی بہت زیادہ ہو گیا، میں عصر کی نماز کے لئے وضو کر کے آ رہا تھا کہ میری نظر ایک اسٹال پر کھڑے ایک نوجوان پر پڑی جو اپنی ہیئت اور کیفیت دونوں میں الگ تھلگ نظر آ رہا تھا، مجھے دیکھتے ہی اس نے سلام دعا کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ کیا میں نومسلم ہوں، میں نے مسکرا کر اثبات میں جواب دیا اور ایک کتاب جو انگلش میں تھی اٹھا لی، کتاب کا ٹائٹل تھا ’’ٹوواردز انڈر اسٹینڈنگ اسلام‘‘ جوں ہی میں نے کتاب پر قیمت دیکھی اور اسے پیسے دینے کے لئے بٹوہ کھولا،، جھٹ پٹ کہیں سے ڈنڈا بردار جوان نمودار ہوئے اور اس جوان کو اسٹال ہٹانے کا حکم دیا، اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر جوانوں نے اس کا اسٹال الٹ دینے کی دھمکی دی، جس پر اس نے بے چارگی سے اپنا اسٹال سمیٹنا شروع کر دیا، میں نے اسے پیسے دینے کی کوشش کی مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں اسے اس کی طرف سے گفٹ سمجھوں اور کتاب کی قیمت اپنی جیب سے نکال کر اس نے پیسوں والے لفافے میں ڈال دی، میں زندگی بھر اس جوان کو نہیں بھول سکا، جو شاید میری طرح اب بوڑھا ہو چکا ہوگا یا اللہ کو پیارا ہو چکا ہوگا،، مگر میں نے ہمیشہ اسے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا ہے، اسے اللہ نے میرے لئے ہی بھیجا تھا۔

میں نے ڈنڈا بردار محافظوں سے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں بھگا دیا؟ کہنے لگے یہ ہمارا ایریا ہے اور یہاں کوئی اسٹال ہماری مرضی کے بغیر نہیں لگایا جا سکتا، اس کے لئے انتظامیہ کی اجازت ضروری ہے، نیز یہ گمراہ لوگ ہوتے ہیں جن کا نشانہ آپ جیسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اسلام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا، ورنہ یہاں اجتماع والے کبھی ایسے اسٹال کو گھاس نہیں ڈالتے، اب اس کتاب کا مطالعہ ایک مسئلہ بن گیا میں نے اندازہ

کیا کہ ان حضرات کا جاسوسی کا نظام بہت تیز ہے، آپ کی ہر حرکت پر نظر رکھی جاتی ہے، کبھی اکرام اور کبھی راہنما کے نام پر ایک بندہ ہمیشہ آپ کے ساتھ لگا رہتا ہے،، انہیں اطلاع مل گئی تھی کہ میں نے کون سی کتاب خریدی ہے، اب پہلے تو مجھے صاحب کتاب کے بارے میں بتایا گیا کہ اسلام کے بارے میں اس کے خیالات کس قسم کے تھے اور وہ کوئی عالم بھی نہیں وغیرہ وغیرہ، نیز یہ بھی جتایا گیا کہ یہ وقت چونکہ میں نے امانت کے طور پر اللہ کو دیا ہوا ہے اس لئے صرف وہی کتابیں پڑھی جا سکتی ہیں جو بزرگ تجویز کریں، یعنی فضائل اعمال، فضائل صدقات، حیات الصحابہ اور ریاض الصالحین،، مجھے کتاب خطرے میں نظر آئی اس کی حفاظت اب میرے لئے مسئلہ بن گئی تھی پڑھنا تو دور کی بات، مگر اس کے دیباچہ نے ہی مجھے بتا دیا تھا کہ میرے سوالوں کا جواب شاید اسی کتاب میں ملے گا!

میں نے ایک بات تمام مذاہب میں دیکھی ہے کہ یہاں لوگ، اللہ یا بھگوان یا یسوع مسیح کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے اللہ کے پاس جنت ہے، سورگ ہے، پیراڈائیز ہے، جہنم ہے، نرک ہے، ہیل ہے،، حوریں ہیں، اپسرائیں ہیں، گویا یہ سارے اللہ کے نہیں بلکہ اللہ کی مٹھی میں موجود جنت کے متلاشی ہیں،، حوروں کا ذکر کرتے ہوئے جو جتنا بوڑھا ہوتا ہے وہ اتنی زیادہ تفصیل سے حوروں سے ملاقات کی کیفیات بیان کرتا ہے، بعض دفعہ مجھے تصور میں ان کے چہروں پر رال ٹپکتی محسوس ہوتی ہے، میں نے گورودوارے میں، چرچ میں، سینگاگ میں اور پھر یہاں میں نے جس طرح یہ تذکرے سنے، مجھے مذہب سے گھن آنے لگی، سارے عیاشی اور سیکس کے دیوانے، اللہ کو کون پہچانتا ہے، آج اللہ کے ہاتھ سے جنت نکل جائے تو ان میں سے کوئی پلٹ کر اسے نہ پوچھے کہ وہ کون ہے! میرے اندر ایک ملحد کروٹیں لینے لگا، وہ ملحد کسی دلیل کو اپنے آگے ٹھہرنے نہیں دیتا تھا، مذاہب میں نے سارے دیکھ لئے تھے، سب دنیا اور آخرت دونوں جگہ روٹی کے چکر میں تھے، میرے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی، میرے اللہ تیری تلاش کسی کو نہیں؟ سب کی نظریں ترے ہاتھ کی جنت کی طرف ہیں، تیرے چہرہ اقدس کا خیال کسی کو نہیں، مجھے اپنا اندر اور خدا دونوں افسردہ افسردہ سے لگے،، جیسے جس چیز کو میں روتا ہوں خدا کو بھی اسی کا شکوہ ہے!

میں جب پاکستان آیا تھا تو اسلام اور اللہ کے بارے میں قرآن کے حوالہ سے ایک واضح تصور لے کر آیا تھا،، اللہ پاک نے انسان کو محبت سے بنایا ہے اور محبت کی خاطر بنایا ہے، وہ انسان سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اور ٹوٹ کر محبت چاہتا ہے: **والذین آمنوا اشدُ حباًللہ**، وہ چاہتا ہے کہ نماز کو محبوب سے ملاقات کے پس منظر میں دیکھا جائے اور اسی شوق و ذوق سے بن سنور کر آیا جائے اور رب سے مکالمہ کر کے جانے کے بعد نہ صرف انسان کی ہستی کے اندر باہر اور قول و فعل میں اس ملاقات کی چاشنی پورا محلّہ محسوس کرے بلکہ، **سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود** کے تحت ان کے چہروں پر نظر پڑے تو سجدوں کا نور و سرور، دیکھنے والے کو اپنی جھلک دکھائے،، گھر جا کر بھی دل مسجد میں اٹکا رہے اور پروگرام بن رہا ہو کہ اگلی ملاقات میں کیا کیا بات کرنی ہے، کیسے راضی کرنا ہے، کیسے سوری کرنا ہے،، کیا یہی وہ لوگ نہیں جن کو عرش کے سایہ تلے جگہ دی جائے گی؟ اللہ نے انسان کو اس کی دنیا کی زندگی میں ہر سہولت فراہم کی ہے، اگر انسان کے اندر، اس کی فطرت میں کوئی پیاس رکھی ہے تو دنیا میں اسے بجھانے کا سامان بھی رکھا ہے، وہی اللہ جب اپنی رضا کے لئے کچھ قربان کرنے کو کہتا ہے، یا اپنی محبت میں کچھ چھوڑنے کو کہتا ہے تو ساتھ گارنٹی دیتا ہے کہ جس اللہ نے تمہاری دنیا کی ضرورتوں کی کفالت کی ہے، وہی آخرت میں بھی تمہیں سامان زیست فراہم کرے گا، بیویاں بھی دے گا گھر بھی دے گا، دنیا میں دنیا کی زندگی کی نسبت سے اور آخرت میں آخرت کی زندگی کی نسبت سے عطا فرمائے گا، فانی اس کی خاطر چھوڑو گے تو ابدی و باقی عطا کرے گا

اس پس منظر میں جب حوروں کا ذکر آتا ہے تو وہ ایک فطری بات لگتی ہے،،مگر جب ساری نیکی حوروں اور کھانوں اور سامان عیاشی کے گرد گھومتی ہو تو پھر اللہ کہیں دور پس منظر میں چلا جاتا ہے بلکہ اللہ کا امیج مسخ ہو جاتا ہے کہ، شیطان بھی عورت کے ذریعہ اپنی طرف مائل کرتا ہے اور اللہ بھی انسان کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے مرد کی سیکس کی بھوک کو استعمال کرتا ہے، پھر موبائل کمپنیوں کے پروموشن اشتہاروں اور جنت کے ان مناظر میں فرق کیا رہ جاتا ہے،؟ قرآن حکیم نے جہاں بھی ان چیزوں کو، اور وہ بھی گنتی کے چند مواقع پر استعمال کیا ہے وہاں دو مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے، یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آخرت کی زندگی میں انسان کا وجود فزیکلی موجود ہوگا،، تبھی وہ صوفوں پر بیٹھے گا اور ٹیک لگائے گا''**متكئين على فرش بطائناها من استبرق**''چونکہ روح ٹیک نہیں لگا سکتی، روح فروٹ نہیں کھا سکتی،، شہد اور دودھ نہیں پی سکتی اور سیکس نہیں کر سکتی،، لہٰذا ایک تو وجود کی دلیل میں ان چیزوں کو پیش کیا ھے، نہ کہ اپنی طرف مائل کرنے کے لئے، دوسرے وہاں کسی نہ کسی قربانی کا ذکر ہے،، کچھ کھونے کا حوالہ ہے، **يطعمون الطعام على حبه مسكينا ويتيما واسيرا، وآتى المال على حبه ذوى القربى** ،مگر جس بے دردی سے اور بے موقع حوروں کی تفصیلات بیان کرتے میں نے سنا ہے، اس سے تو پھر عورت پیش کر کے کام کرانے کا تصور ہی ابھرتا ہے،، اور یہی وہ تصور ہے جس سے میں یہودی سے عیسائی پھر سکھ اور پھر اسلام میں آیا تھا،، مگر پاکستان نے میرے سارے کانسپٹ دھندلا کر رکھ دیئے! اور مجھے الحاد کی منزل پر لا کھڑا کیا۔

مگر''ٹووارڈز انڈر اسٹینڈنگ اسلام'' نے مجھے عین وقت پر اس مخمصہ سے نکالا اور یوں اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا کہ جو ہماری راہ پر چل نکلتا ہے ہم اسے اپنی راہ سجھا دیتے ہیں،، وہ اسٹال والا لڑکا میرے لئے ایک فرشتہ ہی ثابت ہوا جسے خاص اسی کام کے لئے بھیجا گیا تھا اور ٹھیک جب وہ کام ہو گیا تو اس بیچارے کا اسٹال بھی اٹھوا دیا گیا، میں نے جب بعد میں برطانیہ جا کر اپنا مذہب اور نام سرکاری طور پر تبدیل کیا کیونکہ حج پر جانے کے لئے یہودی نام اور مذہب کی وجہ سے مجھے حج کا ویزہ نہیں ملا تھا، تو میں نے اپنا نام اسی لڑکے ناصر محمود کے نام پر رکھا! میرا ارادہ تھا کہ میں براستہ ایران، عراق اور اردن، یروشلم سے ہوتا ہوا جاؤں اور اپنے عزیز و اقارب سے بھی ملتا جاؤں، میں جب ٹرین پر زاہدان جا رہا تھا تو میرے ساتھ ایک ایرانی نوجوان بھی اسی بوگی میں تھا، جو کہ ملحد ہو چکا تھا، وہ برطانیہ کا پڑھا ہوا ایک ذہین، بہت نفیس اور سادہ سا نوجوان تھا،، باتوں باتوں میں جب اسے پتہ چلا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو کہنے لگا کہ میں نے اسلام چھوڑ دیا ہے اور تم اسلام میں آ گئے ہو، پھر مزاح کے انداز میں کہنے لگا" گویا اللہ کا سپاہی اور اللہ کا باغی ایک ہی بوگی میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔

میں نے اس سے الحاد کی وجہ پوچھی تو اس نے جو تفصیلات بتائیں ان سے میں سکتہ میں آ گیا، کیا کوئی عقل مند انسان اس صدی میں بھی ایسے عقائد رکھ سکتا ہے، پہلی بات یہ کہ یہ قرآن اصلی قرآن نہیں ہے بلکہ حقیقی قرآن کا صرف فٹ نوٹ ہے، وہ حقیقی قرآن ایک امام کے پاس ہے جو اسے لئے غار میں چھپا بیٹھا ہے، دنیا ہدایت کے بغیر مر رہی ہے، پھر اتمام حجت کا رب کا وعدہ کہاں گیا؟: **رُسُلا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَأَنَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا** [وہ یزدانی جوان کہنے لگا، بس یہ سب کچھ دیکھ کر اور ہمارے علامہ حضرات کے رویئے دیکھ کر میں نے دین سے جان چھڑا لی ہے، دین اس لئے ہوتا ہے کہ انسان سکون اور اطمینان حاصل کرے مگر جب دین الٹا راتوں کی نیندیں اڑا دے، کسی سوچ کا جواب نہ دے، صرف سوال پیدا کرتا چلا جائے تو بہتر ہے خواہ مخواہ روز کی خواری اور آہ و زاری سے ایک دفعہ رو کر جان چھڑا لی جائے، پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں اسلام کے عشق میں کس چیز نے مبتلا کر دیا ہے؟ میں نے کتاب اس کے حوالے کر دی، وہ سارے

راستہ اس کتاب کو رہ رہ کر پڑھتا رہا، کبھی کبھار سوال و جواب ہوتے اور بحث بھی ہوتی، مگر الحمد للہ وہ جوان زاہدان پہنچتے تک دوبارہ مسلمان ہو چکا تھا اور جہاں کہیں ہمیں موقع ملتا ہم نماز اکٹھی پڑھتے، میں اسے امامت کے لئے آگے کرتا اور لوگ بھی کھڑے ہو جاتے، اب نماز میں پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا کہ جب وہ تلاوت کرتا تو اس کی گھگھی بندھ جاتی جیسے سامنے رب کھڑا ہے، اس کے رونے میں میرے سمیت کئی لوگوں کی سسکیاں بھی نکل جاتیں، ڈبے والوں نے اسے پکا پیر بنا لیا اس کے ہاتھ چومتے اور کھانے پینے کی چیزیں لا لا کر ڈبے میں ڈھیر کرتے جاتے،، میرا ڈبہ ایک دفعہ پھر منگھو پیر کی درگاہ بن چکا تھا!

حقیقت میں یہ کتاب انسان کو اللہ سے ملا دیتی ہے، میں پیدائشی مسلمانوں سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ اس کتاب کے انگلش ایڈیشن کو ضرور پڑھیں، لکھنے والے نے کمال کر دیا ہے، خود کو بالکل ایک غیر جانبدار شخص بنا کر دلائل سے اسلام کے تقاضوں کو ثابت کیا گیا ہے، کسی بھی غیر مسلم یا نو مسلم کے لئے اس کتاب سے بڑھ کر بہترین اور کوئی چیز تحفہ نہیں ہو سکتی،، یزدانی نے مجھے ڈاکٹر علی شریعتی کے 7 مقالوں پر مبنی کتاب ''مین اینڈ اسلام'' دی، اس کتاب نے انسانی تخلیق کے ربانی پروگرام،، انسان کی اہمیت اور رب کے ساتھ اس کے تعلق کو اس طرح واضح کیا ہے کہ میں کئی دفعہ آبدیدہ ہو گیا، یہ دو کتابیں پڑھنے کی ہیں، ایران سے رخصتی کے وقت یزدانی نے مجھے یہ کتاب گفٹ کر دی، مگر میں اسے اپنی کتاب گفٹ کرنے کا حوصلہ نہ کر سکا، شاید اس کتاب نے ابھی میرے والدین کو مسلمان کرنا تھا۔

ایران میں یزدانی کے توسط سے مجھے تین ملاقاتیں نصیب ہوئیں، پہلی طہران میں ایک یہودی ربی کے ساتھ، جس میں ربی کو آگاہ کئے بغیر کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں، یہودی عقائد پر کافی تفصیلی اور لمبی چوڑی گفتگو ہوئی، یہودیت کا دفاع آج کے دور میں کیسے کیا جائے، اس لئے کہ یہودیت نسلی مذہب ہے نظریاتی نہیں، یعنی کوئی شخص یہودی نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہودی پیدا نہ ہو، اس لئے اس کی تبلیغ کی بھی کوئی ضرورت نہیں، جب کوئی چیز سیل پر ہی نہ لگے تو اس کی کوالٹی کی فکر بھی کسی کو نہیں ہوتی!

یہی یہودیت کا مسئلہ ہے کہ وہ سکڑتی جا رہی ہے، معاشی حالت نے اسے اولاد کو محدود رکھنے پر مجبور کر دیا ہے،، نتیجہ یہ ہے کہ یہودیت کرپٹ بھی ہو گئی ہے، کرخت بھی ہو گئی ہے اور محدود بھی، یہودی کسی مذہب میں بھی چلا جائے اس کے جینز تبدیل نہیں ہوتے، اس کا مطلب ہے مذہب بھی تبدیل نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایک جینیٹیکل مذہب ہے،، نظریات بدلنے سے آپ کے جسم میں موجود ابراہیم علیہ السلام کے جینز تبدیل نہیں ہوتے، وہ جینز جن کو اللہ نے دنیا کی آگ سے بچایا ان کو آخرت کی آگ میں کیسے جلائے گا؟ جن کو دشمنوں کی آگ سے بچایا ان کو اپنی آگ میں کیسے جلائے گا، یہ یہودی نفسیات ہے، جس کا بھانڈا اللہ نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ پھوڑا ہے، اور اس پر سوال کھڑے کئے ہیں سورہ المائدہ اور البقرہ اس میں پیش پیش ہیں۔ [باقی آئندہ]

اترا کھنڈ کی وادیوں میں علم اور دین کی اشاعت کا عظیم مرکز
جو علاقہ کی دینی بیداری کے لئے مسلسل کوشاں ہے
سنگ بنیاد: عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ

مرکز البشارت الاسلامی

مقام بھڈی، شملہ بائی پاس روڈ، دہرہ دون

دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج
اور معیاری تعلیم جس کا امتیاز ہے

اس خوبصورت تحریک کو آگے بڑھانے میں ہمارا ساتھ دیجئے

مولانا محمد افتخار قاسمی مہتمم
موبائل: 9412150167

موجودہ حالات میں امکانات کی روشنی بھی ہے

مولانا یحییٰ نعمانی ندوی

ملک کے حالات کی ایک تصویر تو آپ کو میڈیا سے ملتی ہے، جو دکھاتی ہے کہ ملک میں مسلمانوں سے نفرت اور غصہ بھر گیا ہے، آئے دن کے واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں، شدت ونفرت اور غضب وانتقام پسندی کی یہ آگ اصل میں تو انتہا پسند تنظیموں کی لگائی ہوئی تھی ہی، لیکن ہر لمحہ مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے والا مواد نشر کر کے اس کو طوفانی شکل دینے کا کام بے ضمیر میڈیا انجام دے رہا ہے، اور سرمایہ داروں کی لوٹ اور حکومت کی بدکرداریوں کو چھپانے اور مظلوم طبقات کی جدوجہد دبانے کے لیے بکاؤ میڈیا اور سیاسی پارٹیاں آگ بھڑکانے کا کام کررہی ہیں، یہ اصل میں ظالم ومظلوم کی کشمکش میں ظالم کی ایک مکارانہ چال ہے۔ نفرت وغصہ کی یہ تصویر جھوٹی نہیں ہے، ملک میں نفرت ہے، بڑھ رہی ہے، مگر ملک میں دوسرے امکانات بھی موجود ہیں ان کی شناخت، قدر اور استعمال ہی ہمارے لیے واحد راستہ ہے، محض تشویش وتکلیف کا اظہار صحافت تو ہوسکتا ہے علاج تو قطعاً نہیں۔

حکمت کا تقاضا ہے کہ اس صورت حال کو بہتر بنانے کے امکانات ڈھونڈے جائیں اور ان کی خوب نشان دہی کی جائے، تاکہ ملک کے امن وانصاف پسندوں کے لیے روشنی کی کرن اور راہ عمل فراہم ہوسکے۔

ہم اللہ کی ذات عالی پر بھروسہ کر کے پورے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ ابھی ملک میں امکانات کی بڑی گنجائش موجود ہے ایک طرف تو میڈیا سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نفرت نے دلوں میں آگ لگا رکھی ہے، مگر واقعہ یقیناً یہ بھی ہے کہ ابھی بھی ان جنونیوں (Fanatics) اور شر پسندوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہے، ملک کی غالب اکثریت امن پسند اور شرافت کی قدر کرنے والی ہے۔

یہ میرا عمر بھر کا تجربہ ہے کہ ملک میں عام غیر مسلم آبادی، تمام ذات برادریوں اور علاقوں کی، مسلمانوں کے ساتھ اچھا ہی برتاؤ کرتی ہے۔ گزشتہ مہینوں میں میڈیا نے اپنی ہیجان خیزی سے جو نفسیاتی جنگ ملک میں چھیڑ رکھی ہے، اس کی وجہ سے دل میں خیال آیا کہ جب بھی موقع ملے تو ایک مرتبہ پھر جائزہ لیا جائے کہ کیا عام غیر مسلم کی نگاہ بدل گئی ہے؟

گزشتہ ایک ڈیڑھ مہینے کے دوران جو ذاتی تجربات ہوئے ان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ عام غیر مسلم کے سامنے ایک باوقار شریفانہ مسلم کی تصویر رکھی جائے تو اس کو عزت واحترام ملتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے پہلا جو تجربہ میں پیش کرنا چاہوں گا وہ ابھی دو ہفتے قبل کا ہے، اہل خانہ کا ایک چھوٹا سا آپریشن ہونا تھا، لکھنؤ کے کنگ جارج میڈیکل کالج میں آپریشن طے ہوا، جن ڈاکٹر صاحب نے آپریشن کیا، ان سے تو کسی نے تعارف کرادیا تھا اور وہ خصوصی توجہ دے رہے تھے، لیکن اس آپریشن سے پہلے کچھ نزاکتوں کی وجہ سے دسیوں جانچیں اسپتال میں کرائی گئیں، بار بار جانا اور پھر آپریشن کے دوران اور بعد میں بلا مبالغہ دسیوں غیر مسلم ڈاکٹروں اور عملے کے لوگوں سے واسطہ پڑا، میں اللہ کے شکر کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے بہت سے لوگوں سے وہ اکرام ملا جو کسی مریض اور اس کے تیمارداروں کے ساتھ ان کے معاملہ میں نظر نہیں آتا تھا، اپنی مولویانہ وضع وقطع کی وجہ سے میں اضافی عزت وتکریم ہی پاتا تھا، مجھ سے کہیں، نفرت تو دور، کسی اجنبیت اور غیریت کا معاملہ بھی نہیں کیا گیا۔

لکھنؤ سکریٹریٹ میں ملازم ایک صاحب اپنی بچی کا آپریشن کرانے کے لیے آئے ہوئے تھے، پاس بیٹھے تو معمولی سی کچھ بات چیت ہوگئی، ایک مرحلے پر جب ان کی بچی کو تکلیف تھی بہت معمولی سی مدد کردی گئی، آپریشن کے بعد ملاقات ہوئی تو میں

نے ان کی بیٹی کا حال پوچھ لیا، بس وہ شخص بچھ ہی تو گیا! نیاز مندی سے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا، اس کے بعد خیریت بتائی۔

ایک موقع پر میں نے عملہ سے کہا کہ آپ یہ کام جلد کردیں مجھے نماز پڑھنی ہے، ہمیشہ کی طرح ہی تجربہ ہوا، ایک غیر مسلم بھائی نے فورا دوسرے ساتھی سے کہا ان کو نماز کو جانا ہے جلد کام کرو، سیکڑوں مرتبہ کا یہ تجربہ ہے کہ ٹرین میں، ایرپورٹ یا کسی بھی عوامی جگہ پر نماز کیلئے عزت کے ساتھ ہی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

قصہ کافی پرانا ہے مگر نماز کی مناسبت سے ذکر کردوں، سڑک کے سفر میں وضو کے لیے پانی ڈھونڈ رہا تھا، ایک مندر پر گاڑی رکوائی، پجاری سے پانی اور نماز کی اجازت مانگی، اس نے بڑی عزت کے ساتھ پانی لاکر دیا اور مندر کے صحن میں ایک تخت کی طرف اشارہ کر کے کہا: مانیہ مولانا جی! یہ پوتر ہے اس پر پڑھ لیجیے اور پھر ہم نے مندر میں نماز پڑھی۔

ابھی کچھ دن پہلے دہلی کا ایک سفر ہوا، میں ماحول کا اسی نقطہ نظر سے جائزہ لیتا رہا کہ نفرت انگیزی کی مہم کے باوجود انسانیت کی گنجائش کتنی ہے، وہی جو ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ مولویت، احترام ہی کی مستحق قرار پاتی ہے۔

گزشتہ سال مئی میں والد ماجد مدظلہ کا گجرات میں ایکسیڈنٹ ہوا، احمد آباد میں ایک ایسے اسپتال میں آپریشن اور علاج ہوا جس میں ایک شخص بھی مسلم نہیں تھا، مگر سرجن ڈاکٹر دنیش ٹھکر جو غالبا اس اسپتال کے مالک بھی تھے، نہایت عقیدت واحترام سے پیش آتے، دیر تک ادب سے کھڑے رہتے، بار بار اپنے اس تأثر کا اظہار کرتے کہ میں نے اپنی عمر میں ایسا مریض نہیں دیکھا، مریضوں کے تیماردار دعاؤں کے لیے آتے، ایک تیواری صاحب جو کسی محکمہ کے سکریٹری لیول کے افسر تھے، ہاتھ جوڑ کر دعائیں لیتے، بڑی منت ولجاجت سے کچھ ہدیہ بھی پیش کرتے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ میڈیا کی تصویر یہ ہے کہ ڈاڑھی کرتا نفرت کی نظر سے دیکھے جارہے ہیں مگر اکثر تجربہ یہ ہورہا ہے کہ مولویت احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، پہلی تصویر بھی بالکلیہ غلط نہیں ہے، مگر کوئی شبہ نہیں کہ دوسری تصویر بھی ایک بڑی زمینی حقیقت ہے، بات یہ ہے کہ شرپسندوں اور جنونیوں کا ایک گروہ ہے، جو منظّم ہے اور وسائل سے مالا مال ہونے کے علاوہ ملک کو لوٹنے والے اور اس کے غریب عوام کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں کے کام کی چیز ہے، وہ عوام کو اپنی لوٹ سے غافل رکھنے کے لیے نفرت انگیز ٹولے سے کام لیتا ہے، سرمایہ دار کی حمایت اور خود منظّم ہونا یہی ان کی طاقت ہے اور بس!

وقت کی سب سے اہم ضرورت یہی ہے کہ ان امکانات سے کام لیتے ہوئے ملک میں نفرت وظلم کے ان کاروباریوں سے عوام میں نفرت پیدا کی جائے، ان کے کالے کارناموں اور جھوٹ اور فریب پر مبنی ان کے پروپیگنڈہ کی حقیقت کھولی جائے، یاد رکھیے کہ آپ کے پاس بڑی طاقت موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ ملک کی آبادی کی ایک بڑی اکثریت (اگرچہ نہ بہت ایمان دار ہے نہ غیر جانب دار اور نہ حق پرست، مگر) اس میں انسانیت باقی ہے، ہم اگرچہ منظّم نہیں ہیں، نہ اس طرح کے کسی ملکی مشن کے لیے ہمارے پاس سرمایے کی طاقت ہے، مگر ہماری طاقت عوام کی طاقت ہے، زمینی سطح پر ہمارے لیے یقیناً زیادہ گنجائش ہے، میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اس ملک کے عام آدمی تک حق و انصاف اور انسانیت وشرافت کا پیغام پہنچانا ناممکن ہوگیا ہے، آپ میں سے جو شخص زمینی سطح پر عام انسانوں سے رابطہ کرتا ہوگا، وہ یقیناً اس کی تصدیق کرے گا کہ اگر لوگوں سے شرافت اور وقار و سنجیدگی کے ساتھ پیش آیا جائے تو (سوائے چند بدمعاش قسم کے غنڈہ صفت عناصر کے) لوگ عزت وہمدردی کا معاملہ کرتے ہیں ہمارے ملکی معاملات اور رویہ میں انہی دو صفات کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔(۱) شرافت (۲) وقار وسنجیدگی۔

ملک کی فضا اب بدل رہی ہے، خصوصا موجودہ حکومت کے ملکی بربادی کے اس دور نے، جس نے سب کچھ تباہ کردیا، اس کا

خاص موقعہ فراہم کیا ہے کہ عام غیر مسلموں کو نفرت وعداوت اور جھوٹ کی ان سازشوں سے باخبر کیا جائے، لوگ دھوکہ سے باہر آرہے ہیں وہ میڈیا جو (Main stream media) کہلاتا ہے، اس کا ذلیل وضمیر فروش کردار اب کسی سے چھپا نہیں ہے، لیکن عوام میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے دوسرے ذرائع موجود ہیں، جن میں سب سے اہم اور مؤثر ذریعہ ہم سب کا براہ راست رابطہ اور معاملہ ہے، مسلمانوں کے گھر گھر اور چپہ چپہ تک یہ پیغام پہنچانا ضروری ہے کہ اس ملک میں ان کی بقا اس سے وابستہ ہے کہ ان میں غیر مسلموں کو انسانیت وشرافت کی تصویر نظر آئے۔

اس کے علاوہ سوشل میڈیا ایک طاقت ور متبادل ذریعے (Alternative Media) کے طور پر سامنے آیا ہے۔ سازشی ٹولہ نے اس کو افواہیں پھیلانے اور نفرت انگیزی کے لیے خوب استعمال کیا ہے، بلا مبالغہ ہزاروں لوگوں کو اسی کام پر ملازم رکھا گیا ہے، مگر اب خود غیر مسلموں میں ایک بڑی تعداد نے جھوٹ کی تردید اور اس فسادی جماعت کو ننگا کرنے پر کمر کس لی ہے، ٹھیک ہے کہ ہم اتنے بڑے IT Cell نہیں بنا سکتے مگر عوامی طاقت کو متحرک کرکے اس سے کہیں بڑی سچ کی تحریک چلا سکتے ہیں، ہم میں سے ہر پڑھا لکھا شخص دن کا تھوڑا سا وقت خرچ کر کے ایک میڈیا رضا کار بن سکتا ہے، اور ایسی عوامی تحریک کا مقابلہ نہ سرمایہ دار کرسکتا ہے نہ حکومتیں، اس کے لیے عوامی تحریک چلایئے، نوجوانوں اور طلبہ کو خصوصا اس طرف متوجہ کیجیے اور تحریک پیدا کرنے کے ساتھ باقاعدہ ٹریننگ کے پروگرام بھی منعقد کیجیے۔

حالات کے پیش نظر ہم کو ملک کے عام انسانوں تک دو موضوعات پر معلومات فراہم کرنی ہیں (۱) اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں پھیلائے جارہے جھوٹ کی تردید (۲) ملک میں نفرت اور فساد پیدا کرنے والے گروہوں کے سیاہ کارناموں اور انسانیت سوز کردار پر سے پردہ اٹھانا۔ جس میں مظلوم طبقات، اقلیتوں، دلتوں، آدی باسیوں، غریبوں، مزدوروں اور کسانوں پر ہونے والے لگاتار مظالم اور استحصال کی پالیسیوں کو بھی آشکارا کیا جائے اور حکومت کے نام سے جاری لوٹ کے سسٹم کی پردہ دری بھی کی جائے۔

آپ جب یہ کام کریں گے تو گالیاں بھی ملیں گی اور برافروختہ کرنے کی کوششیں بھی ہوں گی، مگر سمجھ لیجیے کہ یہ بدقماش ٹولہ ہمارا مخاطب ہے ہی نہیں، اس سے، قرآنی تعلیم کے مطابق، اعراض کرکے دوسروں تک اپنی بات پہنچائے جانا ہے۔

یہ کام اگر کسی انتظامی ارتکاز (Centralized System) کے ساتھ ہوں گے تو ان کو نشانہ بنایا جا سکے گا، اور اگر انفرادی طور پر انجام پائیں گے تو کام کرتے رہیں گے، ہماری ایک بیماری یہ ہے کہ جب کسی نئے کام کی ضرورت پڑتی ہے تو پوری قوم دینی جماعتوں اور طبقہ علماء سے ہی اس کے انجام دیئے جانے کی توقع کرتی ہے، جان لینا چاہیے یہ کام علماء اور دینی جماعتوں کے بس کا نہیں، وہ اس میں جزوی طور پر یا مددگار کے طور پر اور علمی ودینی رہنمائی کے ذریعہ شریک تو ہوسکتے ہیں، خود اس کا بوجھ اٹھانے کا کام تو ٹیکنکل تعلیم یافتہ اور ملکی زبانوں سے آراستہ طبقہ ہی کر سکتا ہے، ہاں علماء کی خاص ذمہ داری اس کی تحریک اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا ہے۔

کیا اپنی غفلت کو خیر باد کہہ کے ہم اس کے لیے کمر کسیں گے؟

اپیل دعائے مغفرت

☆ کشمیر کے عظیم داعی اور مصنف ڈاکٹر نثار احمد بٹ ترال کے والد محترم حاجی محمد اسماعیل بٹ نے ۱۹؍نومبر ۲۰۱۸ء پیر کے دن مغرب کے وقت حادثہ وفات پیش آیا، وہ نیکیوں کا ایک مجسمہ تھے۔

☆ ہمارے ایک داعی حافظ شوقین، استاذ مدرسہ دارارقم، بنجیر کا ضلع الور (راجستھان) کی والدہ سمری یکم نومبر ۲۰۱۸ء کو جمعرات کے دن اس جہان فانی سے رخصت ہوئیں۔

قارئین سے ان مرحومین کے لئے ایصال ثواب کی درخواست ہے

مولانا مناظر احسن گیلانی کے

تعلیمی افکار و نظریات

مولانا ابرار احمد اجراوی قاسمی

بیسویں صدی کے ممتاز عالم دین، رئیس القلم مولانا سید مناظر احسن گیلانی (۱۹۵۶-۱۸۹۲ء) بھی روایتی طرز کے مدارس ومکاتب کی خاک سے اٹھے تھے، وہ ٹونک کے مدرسہ خلیلیہ اورام المدارس دار العلوم دیوبند کے پروردہ تھے، مگرچوں کہ وہ قدیم روایتی مدارس کے ساتھ عصری درس گاہوں کی چہار دیواری سے بھی آشنا رہے تھے، اس لیے ان کے یہاں تعلیم وتربیت کے باب میں تصلب وتشدد اور سخت گیری نہ تھی، وہ ایک وسیع القلب، جہاں دیدہ اور کشادہ نظر عالم دین تھے، وہ تعلیم وتربیت کے معاملہ میں دوسرے مفکرین ودانشوران کی طرح ہی ایک کھلا رویہ رکھتے تھے، وہ تعلیم کے حوالہ سے نئی نسل کی ذہنی نشو ونما کے ساتھ مطالبات زمانہ اور مقتضیات عصر کا بھی خیال رکھتے تھے اوراس معاملے میں قدیم وجدید کی تفریق وتقسیم کے قائل نہ تھے، وہ تعلیم کو ایک ناقابل تقسیم اکائی تصور کرتے تھے، اور تعلیمی ثنویت کے عنوان سے جو خلیج قدیم وجدید طبقہ کے مابین کھڑی تھی، اس کو منہدم کرنا چاہتے تھے، مولانا نصاب ونظام تعلیم پر دین ودنیا یا دنیاوی اور عصری علوم و فنون کا لیبل نہیں لگاتے تھے، وہ تعلیم کو نئی نسل کی ہمہ گیر ذہنی، روحانی اور فکری تربیت کے ساتھ وابستہ کرکے دیکھتے رہے اور تاعمر اسی کو عملی جامہ پہنانے کی اپنی سطح پر تدبیریں کرتے رہے، مولانا گیلانی منبع علوم وفنون تھے، اسلامیات کے ساتھ جدید علوم سے بھی آگاہ تھے، ان کے پاس معلومات کا بحر ذخار تھا، انھوں نے اپنے تعلیمی نظریات پر مختلف کتابوں اور مقالوں میں تاریخی دلائل کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، ان کی مشہور کتاب 'ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت' اس باب میں شاہ کلید کی حیثیت رکھتی ہے، اس کتاب میں انھوں نے اپنے تعلیمی نظریات کا نہ صرف کھل کر اظہار کیا ہے، بلکہ اس کے نفاذ کی عملی صورت بھی بتائی ہے اور ایک ایسا جامع وکامل نصاب بنانے کی وکالت کی ہے، جو قدیم وجدید دونوں علوم کو حاوی ہو۔

مولانا گیلانی کے تعلیمی نظریہ کا لب لباب اگر چند جملوں میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ جب اسلام کی تیرہ سوسالہ تاریخ میں تعلیم کے درمیان تفریق اور دوئی نہیں تھی تو یہ تفریق اس زمانے میں ہمارے تعلیمی اداروں میں کیوں داخل ہوگئی ہے اور تعلیم کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک کا نام دینی علوم اور دوسرے کا نام دنیاوی علوم کیوں رکھ دیا گیا ہے، حتی کہ دونوں کی تعلیم گاہیں جدا جدا ہیں اور دونوں کا نصاب ونظام بھی الگ الگ ہے، دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کی راہ کھولنے کے بجائے باہمی تنقیص وتضحیک کے مذموم عمل میں لگے ہیں، ایک کو علماء اور دوسرے کو تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے دونوں کو قوم وملک کی رہ نمائی کا بھی دعوی ہے اور عوام گومگو میں ہیں کہ وہ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں، کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں، مسٹر اور مولانا میں اس بڑھتی ہوئی خلیج پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مولانا گیلانی نے 'مسٹر اور مولانا کی کشمکش' کے عنوان سے ایک جگہ بڑے درد بھرے انداز میں لکھا ہے:

''میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج جس حال میں اس ملک کے بلکہ سارے جہاں کے مسلمان تعلیمی نصاب کی اس دوعملی کی وجہ سے گرفتار ہیں کیا یہ کوئی خوش گوار صورت ہے اوراس کی مستحق ہے کہ اس کو باقی رکھا جائے، کیا عوام کو علماء اور تعلیم یافتوں یا لیڈر اور ملانوں کے قدموں کی ٹھوکر میں اسی طرح ڈالے رکھنا کسی اچھے انجام کی ضمانت اپنے اندر رکھتا ہے؟ کشمکش کی یہ ناگوار صورت اگر اس قابل ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس کو ختم کیا جائے، تو پھر لوگوں

نے ان بزرگوں کی کیوں قیمت نہیں پہچانی جنھوں نے تیرہ سو سال کی اس طویل مدت میں علم کی اس دوعملی اور تقسیم کو شدت کے ساتھ روکے رکھا، لوگ سوچتے نہیں ہیں، ورنہ میں مسلمانوں کے چند اہم کارناموں میں ان کا ایک بڑا کارنامہ تعلیمی نصاب کی وحدت کو بھی سمجھتا ہوں، تیرہ سو سال کی تاریخ ان کی گواہ ہے کہ ان میں وہی تعلیم یافتہ بھی تھے جو علماء کہلاتے تھے، اور وہی علماء بھی تھے، جنھیں آج تعلیم یافتہ کہا جاتا ہے، فلسفی بھی پیدا ہورہے تھے اور ریاضی داں بھی، حکیم بھی، مہندس بھی، محدث بھی، مفسر بھی، طبیب بھی، شاعر بھی، ادیب بھی، صوفی بھی، لیکن یہ کیسی عجیب بات تھی کہ تعلیم کا ایک ہی نظام تھا، جس سے یہ ساری پیداوار یں نکل رہی تھیں۔'' (ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ج:۱، ص:۳۴۳-۳۴۴، مکتبہ الحق، جوگیشوری ممبئ)

جدید و قدیم تعلیم یافتہ طبقوں کے درمیان جو مفاسد اور دوریاں پیدا ہوگئی ہیں اور جس کی وجہ سے بے چارے سادہ لوح عوام بھی خواہ مخواہ زق ہوتے ہیں، مولانا گیلانی اس قسم کی صورت حال سے بہت افسردہ ورنجیدہ رہتے تھے اور انھوں نے اس مسئلہ کا ایک ہی حل بتایا ہے کہ نظام تعلیم میں وحدت کے اصول پر عمل کیا جائے، لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک تو ان ساری تباہ کاریوں اور بربادیوں کے انسداد کی واحد تدبیر کوئی نئی تدبیر نہیں بلکہ نظام تعلیم کی وحدت کا قدیم اصول ہی ہوسکتا ہے، ہمیں کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ بزرگوں کے سیکڑوں بلکہ اب تو ہزار سال بھی کہا جاسکتا ہے، الغرض اپنے طویل تجربوں کے بعد تعلیم کی جو راہ انھوں نے بنادی تھی اگر اسی راہ پر پھر غور کیا جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ مشکلات کے حل کی راہ اسی سے پیدا ہوسکتی تھی۔''

(ایضا، ج:۱، ص:۳۶۴)

مولانا گیلانی نصاب و نظام تعلیم کی وحدت کے قائل تھے اور اس کو بڑے پیمانے پر تمام تعلیمی درس گاہوں میں نافذ کرنا چاہتے تھے، ان کا نظریہ بالکل صاف تھا کہ اسکولوں اور کالجوں میں نام نہاد دینیات کا نصاب داخل کرنے یا مدارس اور عربی تعلیم گاہوں میں انگریزی کی چند کتابیں یا سائنسی مضامین کی خانہ پری کرنے سے کچھ خاص فائدہ نہیں ہوگا 'معمولی تبدیلی سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں' کے عنوان کے تحت انھوں نے جو قیمتی حاشیہ اپنی کتاب پر چڑھایا ہے، اس کو پڑھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

''نام نہاد نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں زبردستی دینیات کے نام سے جو مضمون پڑھایا جاتا ہے اس کا اتنا نفع تو ضرور ہے کہ ان اسکولوں اور کالجوں میں مولویوں کے لیے کچھ نئی جائیدادیں قائم ہوگئی ہیں، لیکن طلبہ پر اس کا کیا اثر مرتب ہورہا ہے، یہ افسانہ خود اس مضمون کے پڑھانے والوں اور پڑھنے والوں سے سنا جاسکتا ہے، عموما ان اسکولوں اور کالجوں کے دینیات کے گھنٹے لڑکوں کی تفریح کے گھنٹے بنے ہوئے ہیں، اس مضمون کے استادوں کا استعمال ان جدید تعلیم گاہوں میں مفرحات کی حیثیت سے کیا جاتا ہے، الا ماشاء اللہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حقیقی اور مرکزی مضامین کے ساتھ دینیات کی یہ طفیلی جبری تعلیم بچوں میں عموما الٹا اثر پیدا کررہی ہے، بجائے اعزاز واکرام کے دین کی اہانت وتحقیر کا ذریعہ دینیات کی یہ تعلیم بنی ہوئی ہے، رہی انگریزی اور مولویانہ سائنس جن عربی مدارس میں داخل ہوئی، اس کے تجربات بھی آپ کے سامنے ہیں، اصلاح نصاب کے سب سے بڑے علم بردار مولانا شبلی نعمانی مرحوم کے متعلق مختلف ذرائع سے مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ زمانہ اور ماحول کا یہ اثر ہے کہ طلبہ میں توازن باقی نہیں رہتا، انگریزی کی شد بد کے بعد دینیات کے طلبہ میں خود اپنے مضامین اپنی مولویت سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے، مذہبی علماء کے مشاغل مثلا امامت، خطابت وغیرہ کے کام کو مولویوں کا یہ گروہ باوجود مولوی ہونے کے اپنی شان سے گری ہوئی بات تصور کرتا ہے، میرے خیال میں تو لعنت کی یہ آخری شکل ہے کہ خود اپنے آپ پر آدمی لعنت بھیجنے لگے، وہ خود جو

کچھ ہے وہی اسے ملعونیت کا مظہر دکھائی دے۔'' (ہندستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت، ج:۱،ص:۳۶۳)

مولانا گیلانی صرف قول کے نہیں، عمل کے بھی دھنی تھے، انھوں نے تعلیمی ثنویت کو ختم کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کی، اپنے عہد کے علما اور دانش وروں کی ذہن سازی بھی کی، انھوں نے مفتی عتیق الرحمان عثمانی کے نام ایک خط میں یہی کچھ لکھا ہے، یہ خط مولانا گیلانی نے اپنی مشہور کتاب 'ہندستان میں مسلمانوں کا نظام وتعلیم وتربیت' کی تیاری اور اشاعت کے وقت لکھا تھا:

''میرا خیال تو یہی ہے کہ عمر میں اگر کچھ مہلت بخشی گئی اور حیدرآباد کی ملازمت جس کی کشتی عن قریب ساحل پر پہنچنے والی ہے اس سے فراغت عطا ہوگئی تو زندگی کے باقی اوقات کو چاہتا ہوں کہ ''تعلیمی ثنویت'' کے بت کو توڑنے اور تعلیمی توحید کو قائم کرنے پر صرف کردوں، یہی کتاب اس مسئلہ میں مقدمہ کا کام ان شاء اللہ دے گی، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کو شائع کرکے آپ کے ادارہ نے صرف یہی کام انجام نہیں دیا کہ ایک کتاب اس نے شائع کردی ہے بلکہ ایک عظیم اقدام کی طرف آپ نے قدم اٹھایا ہے، کاش آپ اور مولانا سعید احمد جیسے نوجوانوں کی ہمرکابی اس مسئلہ میں مجھے میسر آئے۔'' (ماہ نامہ برہان دہلی کا اداریہ بعنوان ''نظرات''، جون ۱۹۴۴ء)

دیوبند اور علمائے دیوبند کو تعلیمی سخت گیری کے حوالہ سے ہمیشہ مطعون ومعتوب کیا جاتا رہا ہے، مگر جب معاملہ کی تہ میں جایئے تو یہ عقدہ کھلے گا کہ حقیقت کچھ اور ہے، جو کچھ ہماری سماعتوں کا حصہ بن رہا ہے، وہ افسانہ اور مفروضہ ہے، علمائے دیوبند کبھی عصری تعلیم کے مخالف ومزاحم نہیں رہے ہیں، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی علامہ محمد انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثانی، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور جتنے دوسرے اکابر دیوبند گزرے ہیں، جنھیں اساطین دیوبند کا درجہ حاصل ہے؛ سبھی نے عصری تعلیم کے حصول کی ترغیب دی ہے، ان کے یہاں صرف قدامت وجدت کے نام پر تعلیم کے باب میں تفریق نہ تھی، مولانا گیلانی بھی اپنے وقت کے دانش ور عالم دین تھے، انھوں نے بھی اپنے اکابر واسلاف کے نقش قدم کو ٹٹولا ہے اور تعلیم کے باب میں 'توحید' کا اعلان و اظہار کیا ہے اور قدیم وجدید کے نام پر بنائے گئے بت کے انہدام کی آواز بلند کی ہے، ان کے تعلیمی نظریات وتجاویز سے ٹکنالوجی کی صدی اکیسویں صدی میں بھی بھرپور استفادہ کیا جاسکتا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی مستند ومعتبر کتاب 'ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت' خضر راہ کام دے سکتی ہے۔ اتنے شرح وبسط کے ساتھ قدیم وجدید کسی بھی مکتب فکر کے عالم دین نے تعلیم وتربیت کے موضوع پر نہیں لکھا ہے۔ مگر یہ بیش بہا خزانہ ہمارے صندوقوں میں بند پڑا ہے اور ہم اس سے غافل پڑے ہیں۔

قائم شدہ ۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۷؍جون ۲۰۱۴ء

ادارہ فلاح دارین

موضع سلیم پور، ڈاک خانہ ساڈھولی قدیم ضلع سہارن پور (یوپی)

ادارہ میں قرآن پاک حفظ وناظرہ، اور عصری تعلیم ہندی انگلش وغیرہ کا پرائمری پنجم تک معقول نظم ہے

صدر: حضرت مولانا مفتی محمد افضال مظاہری
موبائل: 9548353374

سکریٹری: مولانا محمد دلشاد مظاہری
موبائل: 9759116390

مساجد کی حفاظت
ہماری مشترکہ ذمہ داری

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد سے ہندوستان میں مساجد، مکاتب اور مدارس کی قانونی حیثیت ایک انتہائی حساس مسئلہ بن گیا ہے کیونکہ صلاحیت ملک کی ترقی کے بجائے ہندوستانی گنگا جمنا تہذیب کے برخلاف مندر، مسجد اور لاؤڈ اسپیکر پر اذان جیسے غیر ضروی مسائل پر لگ رہی ہے۔ علماء و دانشورانِ قوم کو چاہئے کہ اپنے علاقے کی مساجد و مکاتب و مدارس کو قانونی اعتبار سے ضرور رجسٹریشن کرائیں تاکہ مستقبل میں کوئی دشواری سامنے نہ آئے خواہ مسجد پرانی ہو یا نئی تعمیر کی جائے۔ کسی طرح کا مسئلہ درپیش آنے یا اختلاف ہونے پر مسجد و مکتب و مدرسہ کے ذمہ داروں کو براہ راست سبقت کرکے علاقائی سطح پر ہی مسئلہ کا حل بات چیت سے کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ بعد میں سیاسی مسئلہ نہ بن جائے۔ ملک کے موجودہ تناظر میں کسی بھی مذہبی مسئلہ کو طولانی دینے میں شرپسندوں کی جیت ہے کیونکہ وہ اس طرح کے مسائل کھڑے کرکے صرف ہندو ووٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ 2019 کے الیکشن میں کسی بھی طرح سے جیت حاصل کرلیں۔ ملک وقوم وملت کا مفاد اس وقت ہندو و مسلم کشیدگی کو کم کرنے میں ہے۔ نیز ہمیں اپنے قول وعمل سے غیر مسلموں کو یہ بتانا ہوگا کہ مساجد، مکاتب و مدارس سے دہشت گردی نہیں بلکہ امن وسلامتی اور محبت کا پیغام دیا جاتا ہے، اور وہاں دوسروں حتی کہ غیر مسلموں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ظاہر ہے اس کے لیے وقت درکار ہے۔ آئیے اس موقع پر اسلام میں مسجد کے مقام اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

زمین کے تمام حصوں میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب مساجد ہیں، یہ آسمان والوں کے لئے ایسے ہی چمکتی ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ ان مساجد کو نماز، ذکر وتلاوت، تعلیم وتربیت، دعوت وتبلیغ اور دیگر عبادتوں سے آباد رکھنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ آج مسلمانوں میں جو دن بدن بگاڑ آتا جارہا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا تعلق مساجد سے کمزور ہوگیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ کے گھر یعنی مساجد سے اپنا تعلق مضبوط کریں کیونکہ مساجد مسلمانوں کی نہ صرف تربیت گاہیں ہیں بلکہ مساجد مسلم معاشرہ کی عکاسی کرتی ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو مسجد حرام کے وسط میں واقع ہے جس کی طرف رخ کرکے ہم ایمان کے بعد سب سے اہم رکن یعنی نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچنے سے تھوڑا قبل قبا بستی میں ''مسجد قبا'' اور مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس مسجد کی بنیار کھی وہی بعد میں مسجد نبوی کے نام سے موسوم ہوئی، جو اسلام کے دنیا کے کونے کونے تک پہنچنے کا ذریعہ بنی۔ لہٰذا ہم اپنا تعلق مسجدوں سے جوڑ کر اس بات کی کوشش کریں کہ ہماری مسجدیں آباد ہوں۔ اگر ہمارا تعلق مسجد سے جڑا ہوا ہے تو جہاں اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہوگی اور کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے (رحمت کے) سایہ میں جگہ ملے گی، وہیں ان شاء اللہ دشمنان اسلام کی تمام کوششیں بھی رائیگاں ہوں گی۔ مساجد سے جہاں مسلمانوں کی روحانی تربیت ہوتی ہے، یعنی ہم کس طرح منکرات سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر زندگی گزاریں، وہیں سماجی زندگی میں بھی رہنمائی ملتی ہے کیونکہ جب مسلمان آپس میں دن میں پانچ وقت ملتا ہے تو ایک دوسرے کے مسائل سے واقفیت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کو سلام کرتا ہے، جمعہ وعیدین کے موقع پر بڑی تعداد میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے، اس کی وجہ سے بیمار کی عیادت کرتا ہے، جنازہ میں شرکت کرتا ہے، ایک

دوسرے کے کام آتا ہے، محتاج لوگوں کی مدد کرتا ہے اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے، یہ سارے امور مسجدوں کا اصلاح معاشرہ میں اہم کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مساجد کو آباد رکھنے والوں کے لئے بے شمار فضیلتیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اور نمازوں کے پابند ہوں اور زکاۃ دیتے ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (سورۃ التوبۃ: 18) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی ہے۔اس دن یعنی قیامت سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔ (سورۃ النور: 36۔37) ان گھروں سے مراد مساجد ہیں اور ان کا ادب یہ ہے کہ ان میں ناپاکی کی حالت میں داخل نہ ہوا جائے، کوئی ناپاک چیز داخل نہ کی جائے، شور نہ مچایا جائے، دنیا کے کام اور دنیا کی باتیں نہ کی جائیں، بدبودار چیز کھا کر نہ جایا جائے، حتی الامکان صاف ستھرے لباس پہن کر جایا جائے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ.

مسجد کی آبادی کی اہمیت کے متعلق دو آیات ذکر کرنے کے بعد مسجد کی آبادی کی فضیلت کے متعلق چند احادیث نبویہ پیش خدمت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہیں بازار ہیں۔ (مسلم) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، یہ آسمان والوں کے لئے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لئے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ (طبرانی) حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی مسجد بنائی جس میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ اندھیروں میں بکثرت مسجدوں کو جاتے رہتے ہیں ان کو قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دیجئے۔ (ابوداود، ترمذی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی کو بکثرت مسجد میں آتے جاتے دیکھو تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا: اُن سات لوگوں میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو (یعنی نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہو) (بخاری ومسلم) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ جس کا گھر مسجد ہو (یعنی مسجدوں سے خصوصی تعلق ہو) اسے راحت دوں گا، اس پر خصوصی رحمت نازل کروں گا، پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا، اپنی رضا نصیب کروں گا اور اسے جنت عطا کروں گا۔طبرانی

اللہ تعالیٰ مجھے، آپ سب کو اور پوری امت مسلمہ کو نماز کا اہتمام کرنے والا بنائے، قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنے والا بنائے، مساجد سے خصوصی تعلق رکھنے والا بنائے، اللہ تعالیٰ تمام مساجد، مکاتب ومدارس کی حفاظت فرمائے، آمین۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

مولانا یعقوب مملہ

کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمد کلیم صدیقی

اس کائنات کے خالق و مالک، علیم وخبیر رب کریم نے اس دنیائے آب وگل کو بنا کر خود اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے باخبر کردیا ہے کہ: وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور (یہ دنیا کی زندگی عارضی اور دھوکہ کی سرائے ہے)

جن مکانوں میں ہم رہتے ہیں وہاں پر کوئی اور رہتا تھا، اور ہمارے بعد لوگ انتظار میں تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہ مسافر اپنے قیام کا وقت پورا کرکے جائیں تو ہم ان بستروں اور کمروں میں اپنا سامان لگائیں، یہ حقیر ایک روز پھلت کی جامع مسجد میں فجر کی جماعت کے بعد پوری جماعت کے نمازیوں کو دیکھ رہا تھا، اس حقیر نے بہت کوشش کی کہ میرے ساتھ فجر کی نماز میں نوعمری میں شریک ہونے والے نمازیوں کو شمار کروں تو صرف ہمارے چچازاد بھائی حکیم نذیر احمد کے علاوہ کوئی اور نہیں ملا، اکثر لوگ اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے، تو اس حقیر کو خیال آیا کہ تف ہے ہماری عقلوں پر اسی دنیا کو ہم نے ہمیشہ کا اپنا مسکن سمجھ کر قیامت کے بوریئے سمیٹنے کی نیت سے یہاں کے اسباب بنالئے ہیں، یہاں جو آیا ہے بس کچھ عارضی مدت قیام کرکے اسے جانا ہے، چاہے ساری دنیا کو اپنی طرف کھینچنے کی صلاحیت رکھتا ہو، سب آنے والوں کو یہاں سے جانا ہے، مگر خوش نصیب ومبارک وہ شخصیات ہیں جو اس دنیا میں آکر اس دنیا کو مخبر صادق علیہ ﷺ کے سچے فرمان کے مطابق: الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) سمجھ کر زندگی میں کچھ ایسے کام کرکے چلے جاتے ہیں، کہ وہ اپنے مادی وجود کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں، مگر ان کی خوب صورت، قابل رشک زندگی اور اس زندگی میں کیئے جانے والے خیر کے کام اور صدقہ جاریہ کا ایک لامتناہی سلسلہ ان کی شخصیت کو زندہ جاوید بنائے رکھتا ہے، اور لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے روشن و تابناک کارناموں کے ساتھ رہتی دنیا تک لوگوں کو اپنی معنوی حیات کا احساس دلاتے رہیں گے۔

ایک ایسی ہی مبارک، قابل رشک شخصیت تھی، ہمارے محبّ وحبیب خادم دین وملت مولانا قاری یعقوب مملہ کی، جو گذشتہ ماہ ۲۲/ربیع الاول/ یکم دسمبر ۲۰۱۸ء کو ایک لمبی علالت کے بعد الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کی مثالی زندگی بھر کی تیاری کی ہوئی، اخروی کھیتی اور وہاں کے باغات کے پھل کھانے، اپنے بندوں کی خدمات اور عمل کے حد درجہ قدردان رب سے اپنی خدمات اور طاعات کا اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے رب کے جوار رحمت میں کتنے جاننے والوں کو سوگوار چھوڑ کر رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قاری صاحب یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو قصبہ بالیشور سورت میں پیدا ہوئے، جامعہ حسینیہ راندیر سے عالمیت مکمل کی، اس کے بعد مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے سبعہ اور عشرہ کی سند حاصل کی، پھر ایک سال دارالعلوم دیوبند میں قرأت پڑھی، پھر ۱۹۸۲ء سے ۲۰۱۵ء تک دبئی میں مقیم رہے، حضرت شاہ حکیم اختر صاحبؒ سے اجازت وخلافت پائی، پس ماندگان میں دو بیٹے تین بیٹیاں اور اہلیہ حیات ہیں۔

قاری یعقوب صاحب کو اللہ تعالی نے بڑی گوناگوں صفات کا حامل بنا کر پیدا کیا تھا، وہ خود بتایا کرتے تھے کہ ہمارا خاندان ایک زمانہ سے گانے بجانے والا خاندان تھا، اللہ تعالی نے قاری صاحب کو حفظ قرآن مجید کے بعد قرأت اور پھر عالمیت کے نصاب کو مکمل کرنے کا موقع عطا فرمایا، وہ انتہائی خوش الحان قاری تھے، آواز میں بلا کی غنا اللہ نے عطا فرمائی تھی، انتہائی خوش الحانی کی وجہ سے ایک مرکزی مسجد میں جو تجارتی لحاظ سے دبئی کا دل، سوق نائف کے پاس تھی، امامت مل گئی۔ یہ مسجد دبئی کے ایک

مشہور تاجر جناب شیخ عبداللہ غریر کے خاندان کی بنوائی ہوئی تھی، پہلے یہ مسجد چھوٹی تھی، بعد میں اس کی توسیع کا پروگرام بنایا گیا، تو اس دوران قاری صاحب کا وطن واپسی کا ارادہ ہوا، اتفاق سے اس حقیر کا جب یہ مسجد شہید کر کے اس کا دوبارہ تعمیری کام شروع ہو رہا تھا، امارات کا سفر ہوا، قاری صاحب نے از راہ تعلق وعنایت اس حقیر سے مشورہ کیا، اس حقیر نے بہت اصرار کے ساتھ ان سے یہاں رکنے اور قیام کرنے کی درخواست کی، الحمد للہ وہ وہاں رک گئے، اور وہ مسجد جو قلب دبئ میں اپنی مرکزیت اور نمازیوں کی تعداد کے لحاظ سے امارات کی اہم ترین مسجد تھی، وہ برصغیر سے آنے والے اکابرین، علماء، مشاہیر اور دینی تحریکوں اور دینی اداروں اور مراکز کے لوگوں کی آماج گاہ بن گئی۔

قاری یعقوب صاحب کو خالق کائنات کی طرف سے عطا کی گئی جملہ خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت جو ہر دین اور خیر کا کام کرنے والوں کے لئے اہم تھی، وہ ان کا سخاوت اور فیاضی سے بھرا دل تھا، جس کی وجہ سے ان کا مہمان خانہ شاید دنیا کے چند قابل رشک مہمان خانوں سے بھی منفرد تھا، وہ دبئ کی انتہائی شان سمجھی جانے والی ایک مسجد کے باوقار خطیب تھے، مگر اپنے مہمان خانہ میں آنے والے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ خادم دین کے سامنے انتہائی متواضع اور خادم بن کر رہتے تھے، بلکہ اس خدمت کو اپنی شان اور فخر کی بات اور سعادت سمجھتے تھے، ان مہمانوں کی بڑی تعداد کے لئے، جو اکثر دینی اداروں اور ان کی خدمات سے وابستہ علمائے کرام، مدارس کے ذمہ داران اور اساتذہ، اور خدام ہی ہوتے، وہ بنیان اور تہمد پہن کر خود ان کے لئے کھانا بناتے، اور ان کی میز بانی خادمانہ ایک مزہ کی چیز سمجھ کر کرتے تھے، دستر خوان پر کھانے اور ناشتہ کی خدمت کے علاوہ وہ اس کے لئے حریص اور کوشاں رہتے کہ ہر آنے والا اپنی دینی خدمات کے لئے جس طرح کا تعاون اور رہنمائی چاہتا ہے، وہ اس کے مقصد سفر کو پورا کرنے میں ہر ممکن رہنمائی کریں، نہ جانے کتنے اداروں کو آگے بڑھانے اور پروان چڑھانے میں قاری صاحب کا مرکزی رول رہا ہوگا، اس کی تعداد کا شمار بس اللہ ہی کے علم میں ہے، کتنے اداروں، تنظیموں اور مراکز دینیہ کو قاری صاحب نے اپنے خون پسینہ سے سینچا، یہ جملہ قاری صاحب کے لئے صرف محاورہ نہیں تھا بلکہ قاری صاحب کی شخصیت کو جاننے والے لوگ اس کی گواہی دیں گے کہ یہ جملہ قاری صاحب کی بالکل حقیقت تھا، دین کے ہر کام کو وہ اپنا ذاتی کام خیال فرما کر، نہ صرف ہر کام کرنے والے کی رہنمائی فرماتے، بلکہ اس کو اہل خیر حضرات تک رسائی کے گر سکھاتے، اور کاموں کو اچھے سے اچھے اور مفید طریقہ پر کرنے کے لئے رہنمائی بھی فرماتے تھے، اور نئی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کی فکر میں رسید کے کاسے لئے دربدر پھرتے اور اہل خیر کہے جانے والے اصحاب ثروت کے جملوں اور فقروں سے شکستہ حال اور شکستہ دل ہوئے لوگوں کو لطیفے اور چٹکلے سنا کر تازہ دم بھی کر دیتے، ان کی مجلس میں آنے اور ان سے ملنے کے بعد تکان سے چور خستہ حال آدمی بھی تازہ دم ہو جاتا تھا، لطیفے ان کو ہر طبقہ کے بے شمار یاد تھے، خود بغیر سنے ان کے سنانے کا انداز ایک مثالی طنز و مزاح کے فن کار کی طرح اللہ نے ان کو عطا کیا تھا، مگر اندر سے وہ بڑا درد بھرا اور حساس دل رکھتے تھے، ہر آنے والے کی نشست و برخاست، بول چال سے اس کے اندر کی شخصیت کو بھانپتے تھے، اندازہ ہوتا تھا کہ اندر کی چیزوں کے سلسلہ میں ان کی طبیعت انتہائی حساس ہے۔

قاری صاحب اس حقیر اور اس کے تمام رفقاء کے بڑے محسن تھے، اور اللہ کے لئے والہانہ محبت وشفقت کا تعلق فرماتے تھے، غریب و نادار آدمی اپنے چند پیسوں کی بہت حفاظت کی کوشش کرتا ہے، یہ حقیر جس کی زندگی میں نیکیاں اور خیر، کسل اور ناکارگی کی وجہ سے نہ کے برابر ہیں، اپنے رفقاء سے بھی اس کی کوشش کرتا رہا ہے کہ دین کے ہر کام کرنے والے کے رفیق بنو، فریق نہیں۔ جو بھی ٹوٹی پھوٹی نیکیاں اپنے پاس ہیں، کم از کم دوسروں کی غیبت اور برائی کر کے ان کو ضائع نہ کریں، خصوصاً خدام دین کے

بارے میں اگر کلمہ خیر کہنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہے تو کم از کم شر بیان کرنے سے حد درجہ احتراز کیا جائے، قاری صاحب بہت حساسیت کے ساتھ اس بات کی قدر فرماتے، اور اکثر لوگوں کو ترغیباً بھی اس بات کی طرف متوجہ فرماتے۔

ایک زمانہ تھا کہ جب امارات میں مساجد میں عام چندہ کے اعلان کی اجازت تھی، بعد میں وہاں پر پابندی لگادی گئی، تو دبئی آنے والوں کو مختلف نمازوں میں کچھ دین کی بات اور جو بات نہیں کر پاتے، ان کو صرف دعا کا موقع دیا جاتا، اور لوگ بعد میں مصافحہ میں ادارہ یا تنظیم کا تعاون کر دیتے تھے، جمعہ کی نماز میں ذرا خواص کو موقع دیا جاتا، اس حقیر کی حاضری ہوئی تو قاری صاحب نے جمعہ کی نماز میں خطبہ سے پہلے اور نماز کے بعد کوئی بات کرنے کا حکم دیا مجھے معلوم ہوا کہ یہاں یہ معمول ہے کہ مصافحہ میں لوگ ادارہ کا تعاون کرتے ہیں، میرے حضرت والا مرشدی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کی جوتیوں کے صدقہ میں اس خواہش اور چاہت کی وجہ سے کہ دعوت میں جس قدر استغناء ہوگا مؤثر ہوگا۔ اس حقیر نے قاری صاحب سے معذرت کر دی، کہ دبئی میں چندہ والا یہاں تک کہ ہدیہ والا مصافحہ بھی نہیں کر پاؤں گا، قاری صاحب نے اس حقیر کی درخواست منظور فرمائی اور اعلان کیا کہ مولانا سے لوگ صرف خالی مصافحہ ملائیں، پروگرام سے فارغ ہوکر مہمان خانہ میں پہنچے تو بڑی محبت کے ساتھ الحمدللہ الحمدللہ کہتے ہوئے فرمایا کہ آج مجھے بہت فخر ہوا کہ ہمارے علماء بھی امارات میں کچھ دینے کیلئے آتے ہیں، اور بار بار اس کا ذکر فرماتے، کسی بھی جمعہ کے موقع پر اگر یہ حقیر دبئی میں ہوتا تو بالاصرار جمعہ میں اس حقیر کو اپنا سبق سنانے کے لئے مجبور فرماتے، حالانکہ بعض مرتبہ برصغیر کے بعض بڑے علماء وہاں تشریف فرما ہوتے۔

چند سال پہلے وہ ہندوستان واپس تشریف لے آئے، اپنے گاؤں میں بھی انھوں نے گھر بنایا تو اس میں ایک وسیع مہمان خانہ کا نظم فرمایا، جس میں علماء کے قیام کے لئے ہر ممکن سہولت کا انتظام تھا، مہمانوں خصوصاً علماء اور ارباب مدارس کی میزبانی کا ان کو فوبیا تھا، جس کی وجہ سے ان کی ذات علماء اور اہل دین کے لئے ایک مقناطیس بن گئی تھی، اور ان کے یہاں بڑے بڑے علماء اور خدام دین سے ملاقات، جس کے لئے آدمی مشتاق دکھائی دیتے ہیں، اچانک ہوجایا کرتی تھی، ہندوستان آنے کے بعد ان کے کان میں انفیکشن ہوگیا تھا جو بڑھتا رہا، اور دماغ تک پہنچ گیا، علاج کی ہر ممکن کوشش کی گئی، کبھی کچھ افاقہ ہوجاتا، اور لوگ یہ خیال کرنے لگتے کہ انشاء اللہ وہ صحت یاب ہوجائیں گے۔ مگر مرض پھر عود کر آتا، وہ بڑی تکلیف میں تھے مگر علماء کے لئے ان کا دل اسی طرح فرش راہ رہتا، یہ حقیر کتنی ہی بار حاضر خدمت ہوا، ایک بار وہ خود اسی حالت میں لاجپور ہمارے میزبان حافظ معاویہ کے یہاں خود ملاقات کے لئے تشریف لائے، بار بار بس اپنی اس خواہش کا اظہار فرماتے رہے کہ اللہ تعالی ہماری نسلوں تک علماء کی میزبانی اور خدمت کا شرف باقی رکھے۔

ارمغان کے بڑے قدردان بلکہ عاشق تھے، بہت دل چسپی کے ساتھ ارمغان پڑھتے، اور آنے والوں کو پڑھنے اور اس کا ممبر بننے کی بہت ترغیب دیتے، دعوتی کارگذاریاں پڑھ کر اپنی مجلسوں میں بیان فرماتے، اور بیحد اپنائیت سے ارمغان کا تذکرہ فرماتے، قضاء وقدر کے پہلے سے لکھے اور طے کئے فیصلہ کے مطابق ایسی چہچہاتی اور دکھیاروں اور شکستہ دلوں کو تازہ دم کردینے والی قاری صاحب کی قابل رشک شخصیت اس دنیا میں بظاہر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی، مگر ان کی کوشش اور تعاون اور ان کی کریمانہ قربانی کے ذریعہ قائم ہونے اور پروان چڑھنے والے ہزاروں اداروں کا کبھی ختم نہ ہونے والا اجروثواب کا سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک ان کے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر چلتا رہے گا، اللہ تعالی اپنی جوار رحمت میں ان کو اخص الخاص جگہ عطا فرمائے، اور ان کی سیئات کو جن سے بہرحال کوئی انسان خالی نہیں، حسنات سے مبدل فرمائے اور ان کے اخلاف کو ملت کے لئے ان کا نعم البدل بنائے۔ آمین

حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی کا وصال

ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی خسارہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

برصغیر خصوصاً ہندوستان کے دینی حلقوں میں بلکہ عام مسلمانوں میں اچانک یہ خبر قحط الرجال کے اس دور میں ایک بڑے سانحہ کی طرح دم بخود کردینے والی تھی کہ ہندوستان کے بزرگ صاحب دل عالم دین، مفکر، مدبر، صاحب قلم، ادیب مصنف، دینی اور ملی مسائل پر گہری نظر رکھنے والے ممتاز صحافی، گنی چنی دو چار سیاست میں عملی قدم رکھنے والی دینی شخصیات میں سے ممتاز سیاسی رہنما، کتنے ہی اداروں کے سرپرست وبانی، کتنی تحریکوں کے مشیر، ملک کی پارلیمنٹ میں اسلامی تہذیب کی شناخت سمجھے جانے والے قائد، بڑے بڑے دینی، ملی اجلاس کے صدر نشین، کشن گنج کے ممبر پارلیمنٹ، اور دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ، حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب جو اپنے ادارہ کے طلباء و اساتذہ کے اصرار پر ایک بجے رات تک ان کے دلوں کو گرما رہے تھے، ۷ر دسمبر ۲۰۱۸ء کو اچانک صبح تین ساڑھے تین بجے حرکت قلب بند ہونے کے بہانے اس دھوکہ کی دنیا کی چھوڑ کر لاکھوں لاکھ سوگ واروں کو روتا چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے اپنی زندگی کی تھکا دینے والی انتھک کوششوں کا اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے رب کریم کی جوار رحمت میں چلے گئے۔

حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی کی ذات ایک شخصیت نہیں بلکہ حقیقت میں ایک انجمن، ایک تحریک اور ایک اکیڈمی تھی، مولانا نے نئی نسل کے لئے اپنی جہد مسلسل کا جو نمونہ چھوڑا ہے، وہ آنے والی نسلوں کے لئے مینارہ نور کی طرح رہنمائی کرتا رہے گا۔

وہ کشن گنج بہار کے مسلم اکثریتی علاقہ میں ۱۵ر فروری ۱۹۴۲ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کشن گنج اپنے وطن میں حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۴ء میں فراغت پائی، پہلے جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے دینی ملی خدمات میں شامل رہے، پھر آل انڈیا ملی و تعلیمی فاؤنڈیشن قائم کر کے سیکڑوں اسکول قائم کئے، اور مختلف میدانوں میں ہمہ جہتی خدمات انجام دیں۔

مولانا کا وہ امتیاز جو اس حقیر کے لئے یقیناً کسی شخصیت سے دل کو چپکانے والا تھا وہ یہ تھا کہ زمینی سطح سے مولانا نے اپنی دینی اور ملی جدوجہد کا آغاز کیا، اور ملک کے صف اول کے قائدین اور علماء اور دانش وروں میں اپنی جگہ بنائی، مگر مولانا تا وفات اپنے کو زمینی سطح کا فرد سمجھتے رہے، اور معمولی سے معمولی آدمی کو چاہے وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، کسی مسلک کو مانتا ہو، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ کسی مذہب کو ماننے والا ہو، مولانا سے رابط اور مولانا تک پہنچنا ملک کے ایک عامی شہری کی طرح آسان تھا، اور مولانا پہلے سے کسی تعارف کے بغیر بھی اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس کے ساتھ مشکل میں کھڑے ہو جاتے تھے۔

مولانا کو اللہ تعالی نے بڑی گونا گوں صفات سے نوازا تھا وہ بڑے بڑے دانش وروں، اور ملک کے سیاسی اجلاس میں ہوتے تو ان کا کلیدی خطاب ہوتا، اس کے ساتھ ملک کے ممتاز اخباروں اور رسائل میں مولانا کے ملک کے رواں مسائل پر مضامین، ان اخبارات اور رسائل کی شان سمجھے جاتے تھے، ملک اور ملت کی کوئی خدمت ہو، کرنے والا کوئی بھی ہو، مولانا کو اس کے لئے بلایا جاتا، یا کسی طرح کے تعاون یا سرپرستی کی درخواست کی جاتی، تو مولانا انتہائی وسعت قلبی کے ساتھ خادمانہ رفیق اور شفیق سرپرست بن کر کھڑے ہو جاتے، مولانا محترم کی زندگی انتہائی جہد مسلسل کی مصروف ترین زندگی تھی، آج ملک کے مغرب میں تو کل مشرق میں، کبھی شمال تو کبھی جنوب، اور اس حقیر کی زندگی میں آخری درجہ میں بے نظم سفر کی وجہ سے، کبھی باقاعدہ حاضر ہو کر، یا کبھی مولانا کو زحمت دے کر ملاقات کا موقع نہیں ملا، مگر کبھی ایرپورٹ پر اور اکثر دینی اجلاس اور پروگراموں میں، کبھی میزبانوں کے یہاں، ملاقات الحمدللہ ہوتی ہی رہتی تھی، اللہ تعالی مولانا کو اپنی جوار رحمت میں اپنی

شایان شان اس خورد نوازی کا بدلہ عطا فرمائے، مولانا ایسے تپاک سے ملتے، ارمغان کے مضامین کا ایسی محبت سے ذکر فرماتے، جیسے وہ اس حقیر کے ہر رفیق کے کام سے ذاتی طور پر نہ صرف واقف ہیں بلکہ اس کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

اس حقیر کو بے حد شرمندگی ہے کہ کشن گنج میں مولانا کا جو اپنے وطن کا مدرسہ ہے، اس میں گذشتہ سے پیوستہ سال مولانا نے اس حقیر کو اس کے سالانہ اجلاس میں جو بڑی آب و تاب کے ساتھ ہوتا ہے، اور ملک کے ممتاز ترین مشاہیر و علماء اس میں تشریف لاتے ہیں، میں بہت اہتمام کے ساتھ ایک نشست میں حاضری کا حکم فرمایا، بلکہ مجھ سے وعدہ لے لیا، جلسہ کی تاریخ بھی آٹھ ماہ پہلے اس حقیر سے طے کی تھی، اور جلسہ کا اشتہار و دعوت نامہ وقتاً فوقتاً اپنے کسی خادم یا مدرسہ کے ذمہ دار سے یاددہانی کے طور پر بھیجتے رہے۔ ٹکٹ کے لئے اصرار فرماتے رہے، کہ ہم ٹکٹ بنوادیں، اس حقیر نے معذرت کی اور درخواست کی کہ یہ حقیر ٹکٹ خود بنوالے گا، اور خلاف معمول مولانا کے اطمینان کے لئے، چھ ماہ پہلے باڈوگرہ ایرپورٹ سے آنے جانے کا ٹکٹ بنوا کر کاپی بھی مولانا کو بھیج دی، شامت اعمال اتنا اہتمام کرنے کے باوجود اچانک کمر میں جھٹکا آنے کی وجہ سے ہلنا چلنا مشکل ہوگیا، اور یہ حقیر حاضری سے محروم رہا، مدرسہ کے ذمہ داروں نے اس حقیر کی شرکت کا بہت اہتمام سے اشتہار کیا تھا، اور اچانک میری حاضری نہ ہونے سے مدرسہ کے ذمہ داروں کی جو عوام کے سامنے سبکی ہوئی اس کی وجہ سے اس حقیر کو خیال تھا کہ مولانا کے سامنے جاتے ہوئے شرمندگی ہوگی، اتفاق سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک پروگرام میں دہلی میں مولانا سے ملاقات ہوگئی، مولانا نے ادنیٰ تکدر کے بغیر ایسے تپاک اور شفقت سے سینہ سے لگایا، اور اس سے پہلے کہ میں معذرت کرتا، فرمایا غیر اختیاری عذر میں آدمی کیا کرسکتا ہے، آپ کی جلسہ میں شرکت ہمارے مقدر میں نہیں تھی، اس میں آپ کا کیا ہے، البتہ آپ کے ذمہ قرض باقی ہے، اللہ تعالیٰ خیریت رکھے تو آئندہ سال آپ کو آنا پڑے گا، افسوس ہے اور شاید ہمیشہ افسوس رہے گا کہ مولانا کی زندگی میں حاضر نہیں ہوسکا۔

مولانا کی ایک صفت جو ان کو ملک و ملت کے دوسرے قائدین اور مشاہیر سے ممتاز کرتی ہے، وہ سلف کی شان کی زاہدانہ زندگی تھی، مولانا کا رہن سہن، بود و باش، مولانا کا گھر مولانا کی متواضعانہ اور زاہدانہ زندگی کا آئینہ دار تھا، شاید حضرت مولانا اسرار الحق صاحب کے گھر پر زاہدانہ اور سادہ زندگی کو دیکھنے والا کوئی آدمی ایسا ملے جو زندگی بھر اس کو بھول سکے۔

مولانا جس طرح ملک کے ممتاز دانش وروں اور لاکھوں لاکھ مجمع میں کلیدی خطیب کی حیثیت سے شریک ہوتے تھے، بالکل اسی شوق اور محبت کے ساتھ محلّہ کے مکتب کے ناظرہ قرآن مجید کے ختم کی تقریب میں شریک ہوتے تھے۔

سفر حضر میں بڑے معمولات کے پابند ہم چھوٹوں کے لئے بڑی عزیمت کی نمونہ کی زندگی گذارتے، اور صحابہ کی طرح رہبان فی اللیل اور فرسان بالنہار کا نمونہ تھے، کتنے تھکا دینے والے سفر ہوتے، دیر تک اجلاس میں شرکت کرتے، مگر سفر میں کئی بار ان کے قریب رہنے کا موقع ملا تو دیکھا مولانا بہت اول شب میں بیدار ہوتے، اور اپنے معمولات بڑے انہماک کے ساتھ پورے فرماتے، اور دعا و مناجات سے لطف اندوز ہوتے، اور شاید نصف صدی تک مسلسل جدوجہد کی قوت اور انرجی ان کو اسی آہ سحر گاہی سے حاصل ہوتی۔

حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی جیسی ملت کی عظیم شخصیت کا ایسے وقت میں اٹھ جانا، جب ملت اسلامیہ ہندیہ کو ہی نہیں بلکہ پورے ملک کو ان کی ضرورت تھی، ملک و ملت کا بڑا خسارہ ہے، اللہ تعالیٰ اس خسارہ کو اپنے فضل سے پورا فرمائے۔ اور ملت کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ مولانا کو اپنی جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرما کر ان کی خدمات کا اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے۔

تحریک ارمغان کے مولانا ایک شفیق سرپرست تھے، قارئین ارمغان پر ان کا حق ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں، ادارہ ارمغان مولانا کے پس ماندگان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللهی

الامین اکیڈمی کھتولی تفہیم شریعت کا اجلاس عام

اصلاح معاشرہ اور تفہیم شریعت کے سلسلہ کا نواں اجلاس عام بعنوان "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین کے حقوق" الامین اکیڈمی، بڈھانہ روڈ کھتولی میں زیر صدارت مولانا عبد الغفار قاسمی امام وخطیب نور مسجد اسلام نگر کھتولی منعقد ہوا، جس میں سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے پروگرام کے محاضر ڈاکٹر مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی قاضی شریعت دار القضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ پھلت نے کہا کہ تاریخ انسانی پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں ہمیشہ عورت کے ساتھ ناروا برتاؤ کیا گیا اور اس کا استحصال کیا گیا، ہر قوم اور ہر دور کی یہی حالت نظر آتی ہے، جب رسول اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ کی تعلیمات نے عورت کو ذلت اور غلامی کی زندگی سے آزاد کرایا اور ظلم واستحصال سے نجات دلائی۔ ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو زمانہ جاہلیت کا شعار سمجھی جاتی تھیں، انھوں نے کہا کہ خواتین پر پیغمبر اسلام ﷺ کا احسان ہے کہ انھوں نے ان کو انسانیت کا مقام عطا کیا اور ان کی عزت و عفت کی حفاظت کا منصوبہ پیش کیا، اور ایسے تفصیلی قوانین وضع کیے جن کے ذریعہ عورت وراثت میں حصہ پا سکتی ہے، تعلیم میں شریک ہو سکتی ہے، اور زندگی کے ہر میدان میں ترقی حاصل کر سکتی ہے۔ تمہیدی خطاب میں دار العلوم عزیزیہ سٹھیڑی کے ناظم جناب حافظ محمد مبین انصاری نے پروگرام کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور مہمانوں کا استقبال کیا۔ پروگرام کو کامیاب بنانے میں مولانا محمد ثاقب ندوی پھلتی، سید محمود الحسن، بھائی محمد فرمان، عدنان بھائی کفیل، عثمان انجینئر وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ محمد ثاقب کی تلاوت اور محمد حارث کی نعت پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا، نظامت کے فرائض مفتی مجیب الرحمٰن ندوی نے انجام دیے، الامین اکیڈمی کے ذمہ دار عبد القدیر انصاری نے شرکاء اجلاس، اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

پھلت میں سیرت النبی ﷺ کا شاندار اجلاس

قریۃ الصالحین پھلت کی تاریخی جامع مسجد میں ۲۹/نومبر کو بعد نماز مغرب سیرت کمیٹی پھلت کی جانب سے ایک عظیم الشان اجلاس کا انعقاد کیا گیا، جس میں بستی کے علاوہ قرب وجوار کے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی، اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہمارے تمام مسائل اور تمام امراض کا علاج موجود ہے، ضرورت ہے ہم سیرت کا اس ناحیہ سے مطالعہ کریں اور موجودہ انسانیت کی تمام شقاوتوں اور ناکامیوں کا اس کے ذریعہ حل پیش کریں، انھوں نے فرمایا کہ اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے اپنے محبوب نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں گے تو اس سے جہاں اتباع سنت کا ثواب ملے گا، وہیں اس عمل سے ہمارا رب بھی ہم سے راضی ہوگا، انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ کی گھر میں داخل ہونے، کھانے پینے اور، سونے جاگنے کی سنتیں اپنا کر ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی مقصدی سنت دعوت دین کا مبارک کام تھا۔ پروگرام کے آغاز میں سیرت کمیٹی کے کنوینر مفتی محمد عاشق صدیقی نے تمہیدی کلمات ادا کیے، حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ صدر محترم حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں " کہ عوام میں مشہور ہے کہ حدیث میں ہے، جب کوئی شخص مسجد کے اندر ریاح خارج کرتا ہے، تو ایک فرشتہ اس ریاح کو منہ میں لے کر مسجد کے باہر جاتا ہے اور پھر فرشتہ کا انتقال ہوجاتا ہے۔ کیا اس طرح کی کوئی حدیث ہے؟

ج: مسجد میں ریاح خارج کرنے سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس کی صراحت تو حدیث وفقہ میں موجود ہے،

لیکن ایسی کوئی حدیث نہیں ملی ہے، جس میں یہ لکھا ہو کہ ریح خارج کرنے سے اس ریح کو ایک فرشتہ منہ میں لے کر مسجد سے باہر جاتا ہے، پھر اس فرشتہ کا انتقال ہوجاتا ہے،

عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من اكل من هذه البقلة الثوم وقال مرة من اكل البصل والثوم والكراث فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتاذي مما يتاذي منه بنو آدم ۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما او بصلا او کراثا اونحوہا، النسخۃ الہندیۃ ۱/۲۰۹، بیت الافکار رقم: ۵۶۴) یکرہ اخراج الریح في المسجد و إن لم یکن فیه احد لحدیث ان الملائکة تتاذي مما یتاذي فیه بنو آدم (الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۲/۱۰۲، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۲۵۹)

س: عقیقہ کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

ج: عقیقہ کا گوشت بھی قربانی کے گوشت کی طرح ہے، لہٰذا عقیقہ کا گوشت خود کھانا اور اعزاء واقارب کو کھلانا اور فقیروں میں تقسیم کرنا جائز اور درست ہے، اور سارا گوشت اپنے لیے بھی رکھنا درست ہے۔

یصنع بالعقیقة مایصنع بالاضحیة (الی قوله) وفی قوله یاکل اهل العقیقة ویهدونها دلیل علی بطلان ما اشتهر علی الالسن، ان اصول المولود لایاکلون منها فإن اهل العقیقة هم الابوان اولا ثم سائر اهل البیت ۔ (إعلاء السنن، قبیل باب مایقول الذابح عند الذبح، کراچی ۱۷/۱۲۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/۱۴۰)

س: عورت حالت حیض میں قرآن کی تلاوت سن سکتی ہے یا نہیں اگر آیت سجدہ سنی، تو کیا اس پر سجدہ واجب ہوگیا؟

ج: تلاوت قرآن مجید سن سکتی ہے، اور حالتِ حیض ونفاس میں آیتِ سجدہ پڑھنے یا سننے سے پڑھنے والی یا سننے والی حائضہ عورت پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ لا تجب علی کافرٍ وصبیٍ ومجنونٍ وحائضٍ ونفساء، قرؤا او سمعوا .

(البحر الرائق ۲/۱۱۹)

س: کسی دوسرے شخص نے طلاق نامہ لکھا اور شوہر نے پڑھ کر بلاجبر واکراہ اس پر دستخط کئے تو کیا یہ طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج: اگر کسی دوسرے شخص نے طلاق نامہ لکھ کر دیا اور شوہر نے پڑھ کر بلاجبر واکراہ اُس پر دستخط کردیئے، تو اُس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی۔

رجل استکتب من رجل اٰخر إلیٰ امراته کتابًا بطلاقها، وقراه علی الزوج، فاخذه وطواه وختم وکتب في عنوانه وبعث به إلی امراته، فاتاها الکتاب، واقرّ الزوج انه کتابه، فإن الطلاق یقع علیها۔

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الطلاق/ الفصل السادس في الطلاق بالکتابۃ ۱/۳۷۹ زکریا)

آخری صفحہ

اللہ اللہ! امام صاحب کا جذبہ دعوت

مسجد میں بچوں کو قرآن پاک پڑھا کر امام صاحب بیٹھے ہوئے تھے، محلّہ کے دو تین نوجوان مشورہ کے لئے آگئے، جو الگ سے کچھ مشورہ کرنا چاہتے تھے، ظہر کا وقت ہونے میں ابھی ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا ایک جوان اور آگیا، اسے بھی امام صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھنا تھا، امام صاحب نے اس کو ذرا فاصلہ پر انتظار کرنے کو کہا، یہ نوجوان مسجد کے دروازہ کے پاس انتظار کر رہا تھا، اچانک اس نے دیکھا کہ ایک شرابی بڑبڑاتا ہوا نہ جانے کیا بکتا ہوا، مسجد کی طرف آرہا ہے، دیکھتے ہی دیکھتے وہ جوتے پہنے ہوئے مسجد میں داخل ہونے لگا، یہ نوجوان جلدی سے اٹھا اور اس شرابی کو مسجد میں داخل ہونے سے روکتے ہوئے دھکیلنے لگا، اور برا بھلا کہنے لگا کہ اتنے گندے جوتے لے کر اندر کیوں داخل ہو رہا ہے، مگر شرابی شراب کے نشہ میں دھت چیخ رہا تھا مجھے مسجد میں آنا ہے، مجھے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا ہے، اور زور زور سے امام صاحب کو چیخ چیخ کر بلانے لگا، امام صاحب امام صاحب ، مجھے نماز پڑھنی ہے، آپ مجھے نماز پڑھائیے، نوجوان بار بار اس کو مسجد سے دھکا دیتا، مگر وہ نہیں مان رہا تھا، امام صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اللہ کا ایک بندہ شراب کے نشہ میں ہی سہی، مگر اللہ کے حضور اپنی پیشانی رکھنا چاہتا ہے، اس کے اس مسجد کے شوق کی وجہ سے، کیا عجب ہے اللہ تعالی اس کو اس گندگی سے نکال دیں، ساتھ میں بیٹھے لوگوں سے معذرت کر کے امام صاحب دروازہ پر پہنچے، اس نوجوان کو جو اس شرابی کو دھکا دے رہا تھا، ہٹایا، اپنے ہاتھوں سے شرابی کے جوتے اتارے، اس کو وضو خانہ لے کر گئے اور وضو کرایا، منھ میں ذرا غرارہ کے ساتھ کلی کرائی، اور بے وقت ایسے ہی اس کو داہنی طرف کھڑا کر کے نماز کی نیت باندھ لی، خوش الحانی سے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کی، شرابی عربی تھا، سورہ فاتحہ کی قرأت پر اس پر رقت طاری ہوگئی، امام صاحب نے سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله، ان الله يغفر الذنوب جميعا، انه هو الغفور الرحيم﴾ (سورہ زمر:۵۳)

ترجمہ: اے میرے بندہ جو اپنے اوپر زیادتیاں کر چکے ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو، بے شک اللہ سارے گناہ معاف کر دے گا، بیشک وہ بڑا غفور ہے بڑا رحیم ہے۔

اس آیت شریفہ پڑھی رکوع سجدہ کیا، دوسری رکعت میں الحمد شریف کی ابتدائی آیات پڑھ کر یاایھاالانسان ماغرک بربک الکریم، الذی خلقک فسوّاک، فعدلک، فی ایّ صورة ماشاء رکبک پڑھی اور رکوع کیا، سجدہ میں شرابی پر حد درجہ رقت طاری تھی، امام صاحب نے داہنی طرف سلام پھیرا تو دیکھا شرابی سجدہ میں سے اٹھا ہی نہیں انھوں نے اس کو ہلانے کی کوشش کی تو وہ ایک طرف لڑھک گیا اور اس کے ہونٹوں پر یا ایھاالانسان ما غرّک بربک الکریم کی آیت تھی اور شرابی جاں بحق ہو گیا۔ اللہ اللہ امام صاحب کا جذبہ شفقت، اور نیابت نبوت کا دعوتی شعور کہ انھوں نے ایک شرابی کی نشہ میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی کی خواہش کی لاج رکھی، اس کو شرابی سمجھ کر نوجوان کی طرح دھکا دینے کے بجائے، ان کے دل میں آیا کہ میں داعی ہوں، اور داعی کی حیثیت طبیب کی ہوتی ہے، طبیب کا منصب یہ ہے کہ آخری درجہ کے مرض میں مبتلا مریض پر شفقت اور خیر خواہی کا معاملہ کرے، اگر امت مسلمہ کا ہر فرد جس کو اللہ تعالی نے خیر امت کا عظیم لقب دے کر نیابت نبوت کے اس مشفقانہ منصب دعوت پر فائز فرمایا ہے، اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کے نشہ میں دھت لوگوں کو مریض سمجھ کر شفقت سے ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی میں ان کے شرک وکفر کی گندگی کے باوجود اپنے اللہ کے حضور سجدہ ریز کرنے کے لالچ میں ان کا حق ادا کریں، تو نہ جانے کتنے کروڑ ہا کروڑ لوگ لاتقنطومن رحمۃ اللہ اور ماغرک بربک الکریم کا نعرہ لگا کر سجدہ میں جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ کاش ہم اپنا منصب سمجھتے !!

مولانا محمّد کلیم صدیقی